جلد ۱۰۳ | اگست ۱۹۸۵ء | عدد ۶

ماہنامہ

ترجمان القرآن

مؤسس

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ تعالیٰ

ادارۂ ترجمان القرآن، اچھرہ، لاہور

سفینۂ نجات

از

مولانا جلیل احسن ندوی

کا نیا ایڈیشن

طبع ہو کر آگیا ہے تاجرانِ کتب

اور قارئینِ کرام اپنی مطلوبہ تعداد

کے لیے پہلی فرصت میں اپنے

آرڈر سے مطلع فرمائیں۔

سائز $\frac{۲۳ \times ۱۸}{۸}$ خوبصورت کور

قیمت : ۲۸/۵۰ روپے

مولانا مودودی کے سیاسی افکار

از

عبدالکریم عابد

کا نیا ایڈیشن

طبع ہو کر آگیا ہے تاجرانِ کتب

اور قارئینِ کرام اپنی مطلوبہ تعداد

کے لیے پہلی فرصت میں اپنے

آرڈر سے مطلع فرمائیں۔

سائز $\frac{۲۳ \times ۱۸}{۸}$ خوبصورت کور

قیمت : -/۲۴ روپے

اِدارہ ترجمان القرآن لمیٹڈ۔ لاہور

رحمٰن مارکیٹ۔ غزنی سٹریٹ۔ اُردو بازار

ترجمان القرآن لاہور

فہرست مضامین

جلد ۱۰۳ | اگست ۱۹۸۵ء مطابق ذیقعدہ، ذوالحجہ ۱۴۰۵ھ | عدد ۶

ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور

۵۔ اے ذیلدار پارک، اچھرہ، لاہور

زرسالانہ تیس روپے۔ فی پرچہ ۳/- روپے

سید حسین فاروق مودودی نے ایچ فاروق ایسوسی ایٹس لمیٹڈ لاہور سے چھپوا کر دفتر ترجمان القرآن اچھرہ لاہور سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

جارحیت وظلم کسی بھی شکل میں، اور کسی بھی پیمانے پر ہو، افراد کے لیے وجہِ عذاب اور معاشرے کے لیے باعثِ فساد ہے۔ جتنے بگاڑ، جتنی خرابیاں، جتنے ظلم اور جتنے جرائم انسانیت کو از آدمؑ تا ایندم پیش آئے ہیں، ان کا مرکزی اور بنیادی سبب یہی تھا۔

جارحیت وظلم انسانی جان کے خلاف، انسانی مال واملاک کے خلاف، انسانی عزت وغیرت کے خلاف اور انسانی حقوقِ آزادی وامن کے خلاف دنیا کے گوشے گوشے میں آج زندگی کو جہنم بنائے ہوئے ہے۔ جارحیت وظلم کی ایک اور بڑی شکل یہ ہے کہ لوگوں کے اپنے پسندیدہ طرزِ فکر اور مدتوں سے ان کے ذہنوں سے سازگاری رکھنے والی تہذیب کو تباہ کر کے کوئی دوسری ان کی مرضی کے خلاف ان پر ٹھونس دی جائے۔ جس تہذیب کو ایک عمارت کی طرح صدیوں کی قربانیوں سے اپنی روایات و افکار کے ذرات کو جوڑ جوڑ کر تعمیر کیا ہو اُسے کھلے جبر سے بھی اور خود اُن کے ہتھکنڈے، دوں ہمت اور خوگرانِ غلامی کو جادو کے زور سے اپنی کٹھ پتلیاں بنا کر اُن کے ہاتھوں سے تڑوا کر کھنڈر بنوایا جائے اور پھر ملبہ ہٹا کر اپنی تہذیب کا ایک خوشنما زندان اسی جگہ تعمیر کر کے لوگوں سے کہا جائے کہ اس میں رہو بسو اور عیش کرو۔

قدیم بادشاہوں بلکہ قبیلوں کے دور سے انسان اس تلخ تجربے کو بھگتتا چلا آرہا ہے کہ اس سے اس کے مقاصد، اس کی روایتیں، اس کے شعائر اور اس کی قدریں چھین کر اس کی سابق اجتماعی شخصیت کو ختم کر کے اُسے نئی اجتماعیت کے رتھ میں جوت لیا جاتا ہے۔ اس عمل کی لپیٹ میں مذہب تک آتے رہے، جب کہ معاشرت وتمدن تو پھر ثانوی چیزیں ہیں۔ ایک علاقے کی آبادی نے اپنی جنگی

طاقت سے کام لے کر دوسرے علاقے والوں کی مذہبی، معاشرتی اور تہذیبی زندگی کو ختم کر دیا، ایک قوم نے دوسری قوم کے تہذیبی وجود کا صفایا کر دیا اور ایک قبیلے نے دوسرے قبیلے کے روایات واقدار کا نظام توڑ پھوڑ دیا۔ تاریخ انسانی مظلومیت اور تباہی کی ایسی داستانوں سے بھری پڑی ہے۔

تاریخِ عہدِ رفتہ تو کیا، آج کے عقل پرستانہ دور میں تہذیبی قتل اور تہذیبی غلام سازی کا یہ کام دھڑلے سے ہو رہا ہے اور اس میں پیش پیش وہ بڑی قوتیں ہیں جو خداوندانِ تہذیب ہونے کے مدعی ہیں۔

تہذیبی حملہ دُنیا بھر کے مسلمانوں پر سب سے زیادہ سخت ہے۔ مغربی امپیریلیسٹ طاقتوں نے جب مسلمانوں کے خلاف جبر کی تلوار اُٹھائی تو حروبِ صلیبی کے بعد انہیں ازسرِ نو تجربہ ہوا کہ مسلمانوں میں کوئی ایسی چیز ہے جو ان کو حملہ آور قوتوں کے آگے سر جھکانے اور ان سے سازگاری کرنے سے روکتی ہے اور ان میں جداگانہ وجود کا احساس اور جذبہ جہاد بیدار کرتی ہے۔ کمزور ہونے کے باوجود مسلمان اقوام نے اپنے دینی قائدین کی کمان میں ہر جگہ شدید مزاحمت دکھائی اور جب اس مزاحمت کو ظاہری طور پر کچل دیا گیا تو پھر وہ تحریک آزادی کی شکل میں ڈھل گئی۔ مسلمانوں کی تحریکاتِ آزادی میں بھی ان سے دینی جذبات و احساسات کا بہت زیادہ حصہ ہے۔

اس تجربے کے نتیجے میں مغربی استعمار نے یہ فیصلہ کر لیا کہ اسلام کے خلاف انہیں معرکہ آرائی کرنی ہے۔ اور دینی رہنماؤں کے خلاف انہوں نے "ملا" اور "وہابی" اور "جنونی" (اور اب بنیاد پرست) کی گالیاں وضع کیں اور "جہاد" کو ایک وحشیانہ تصور قرار دیا۔

اِس معرکے میں ایک طرف ان کے مستشرقین نے قرآن اور رسولؐ اور احادیث کے خلاف "محققانہ" پیرائے میں اعتراض اُٹھائے۔ دوسری طرف پادریوں نے اسلامی عقائد اور احکام کے خلاف مناظروں کا محاذ کھول دیا۔ تیسری طرف ایک ایسا نظامِ تعلیم وضع کیا اور اس کے لیے ایسی نصابی کتب رائج کیں کہ ان کو پڑھ کر ذہنوں میں اسلام کے خلاف بغاوت پیدا ہو جائے۔ ساتھ ساتھ مغرب سے علمی اور ادبی و تفریحی لٹریچر کی درآمد زور پکڑ گئی اور لائبریریاں اس سے بھر گئیں۔ اتنا ہی نہیں ایک خاص

لباس اور رہنے کے آداب واطوار رائج کیے تاکہ مسلمانوں کا وہ تہذیبی ڈھانچہ ٹوٹے جو انہیں ایک قلعے کا سا کام دیتا ہے۔ ان کو سیاست میں پیچھے دھکیل کر اور معاشی محرومی میں مبتلا کر کے سخت دباؤ ڈالا گیا۔ ان کے سامنے روٹی اور نوکری کے دروازے آہستہ آہستہ بند کر کے کہا گیا کہ اگر ان کے اندر آنا چاہو اور ترقی کرنا چاہو تو ہمارا ذہنی اور تہذیبی رنگ اختیار کرو۔

یہ تجربہ لمبا عرصہ چلتا رہا، کچھ کچے لوگوں نے فوراً ہی سر جھکا دیے، کچھ اس سارے چکر کو سمجھ ہی نہ پائے اور "کچھ یوں اور کچھ ووں" کی حیثیت اختیار کرلی، کچھ نے حملے کو سمجھنے اور ناپسند کرنے کے باوجود اضطرار اور مجبوری کی بنیاد پر سچ سچا کر فائدہ اٹھانے کا فیصلہ کیا مگر آگے چل کر وہ کانِ نمک میں حل ہوگئے۔ لیکن ہماری قوم میں شاہ ولی اللہ کے دور سے لے کر علامہ اقبال تک ایسے اہلِ دین ودانش خاصی مؤثر قوت کی حیثیت سے موجود رہے کہ جنھوں نے فکری، تعلیمی، سیاسی اور معاشرتی وتہذیبی سارے میدانوں میں حملہ آور قوت کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اور خوب خوب جانفشانیاں کیں۔ اور انھی کے کیے ہوئے کام کی وجہ سے آج لوگوں میں کفر کی مخالفت اور باطل کی مزاحمت کے ساتھ ساتھ مغرب پرستی کے مقابلے کا جذبہ برسرِعمل ہے۔ آخری محاذ مولانا مودودیؒ نے کھولا۔

اس لمبے معرکے میں اگرچہ لادینیت کو پھیلانے، اسلام سے عملی انحراف کو عام کرنے اور لوگوں میں فکری بحران وانتشار کا عالم پیدا کرنے میں مغرب کے تہذیبی سامراج نے بڑی بڑی کامیابیاں حاصل کیں، مگر ایک قوم کے مجموعی دینی وتہذیبی وجود کو توڑا نہیں جاسکا۔ اس معاملے میں خاصی کاوشوں کے بعد ہمارے دشمنانِ تہذیب اس نتیجے تک پہنچے کہ جب تک گھروں کے ادارے قائم ہیں اور تہذیبی سرچشموں کی حیثیت سے ان کی نگرانی کے لیے خواتین اپنی کل وقتی خدمات صرف کرتی ہیں۔ اس وقت تک مسلمان قوم کے جذبات، اس کے شعائر، اس کی روایات اور اس کی قدروں کی تباہی کا کام سرانجام نہیں دیا جاسکتا ہے۔ مسلمانوں کو خدا پرستانہ تہذیب سے ہٹا کر مغرب کی مادہ پرستانہ تہذیب کا شکار بنانے

کے لیے اشد ضروری ہے کہ گھروں کے اداروں کو اُجاڑ دیا جائے۔ اور عورت کو گھر سے نکال کر معاشرے کے لیے ایک پرابلم اور کھیل تماشا بنا دیا جائے کہ جس کی زد میں آکر دل ونگاہ کی پاکیزگی ختم ہو جائے۔ بدن پرستانہ تمدن پہلے پھلے پھولے اور جنسیت کا طوفان اُمڈ آئے۔ اس کے بعد اسلام تو کیا کسی بھی تصورِ حیات کی جڑیں نہیں لگ سکیں[1]

سو مادہ پرستانہ قوتوں کے سامراج کا یہ آخری حملہ جو ہم پر کئی برس پہلے شروع ہوا تھا، اب بڑے زور پر آگیا ہے۔

لادینیت پسندوں کے دل و دماغ پہلے ہی سے مفتوح ہیں، نفسانیت زدہ حضرات بھی پرانے اسیرانِ دام ہیں۔ سوشلسٹ بھی مادہ پرستانہ تہذیب کے نقیب ہیں، اب خداوندانِ مغرب کچھ خواتین کو بھی ماڈرن ازم اور کھلی سوسائٹی کی دلدادہ بنا کر میدان میں لے آئے ہیں۔ قومی اسمبلی میں شامل خواتین اور ویمن ڈویژن کی خواتین اور اپوا اور ایسے دوسرے اداروں کی خواتین، اس صف کے پیچھے جاگیردار طبقہ دولت مند طبقہ، لادینیت پسند طبقہ اور بیوروکریسی کا طبقہ سب کے سب جمع ہیں۔ آتش بار برف کی یہ چٹان جتنی پانی کے اُوپر دکھائی دے رہی ہے اس سے گیارہ گنا زیادہ یہ پانی کے نیچے ہے۔

[1] جن اصحاب کی نظر اسلام کے متعلق جدید مستشرقین کے لٹریچر پر ہے، وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اہلِ مغرب کو یہ فکر کھائے جا رہی ہے کہ اسلام یکایک اُٹھے گا۔ اور ان کے مادہ پرستانہ افکار اور رویوں کے طلسم کو توڑ دے گا۔ اور ان کی باطن گندی تہذیب کے سکائی سکریپر زمین بوس ہو جائیں گے اس خطرے کے سدِباب کے لیے اہلِ مغرب کتابوں اور جرائد کے ذریعہ فکری حملہ کرنے میں محو ہیں، اس مقصد کے لیے وہ "ایڈ" کو ذریعہ بنا کر حکمران طبقوں اور افسر شاہی کو اس بات پر آمادہ کرتے ہیں کہ وہ اپنے ہاں مذہبی جنونیوں کو نہ اُٹھنے دیں۔ اس مقصد کے لیے وہ عورتوں کو گھروں سے باہر لا کر معاشرتی اور اخلاقی فضا کو بگاڑنا چاہتے ہیں اور ہم مسلمان ہیں کہ دشمن کے تحریری اعلانات کے باوجود اس کے منصوبوں کو سمجھے بغیر اپنے خلاف اس کی طرف سے معرکہ آرا ہیں۔

یہ ہے مغرب کے تہذیبی سامراج کی فتح کردہ اور خرید کردہ اور مسحور کردہ وہ فوج جو اسلامی تہذیب کے پاسداروں کے خلاف دشمن کے ساتھ ہو کر معرکہ آرا ہے۔ وہی ذہنیت، وہی دلائل، وہی انداز و اطوار، لہٰذا "من انداز قدت را می شناسم"۔

یہ معرکہ ہر مسلم ملک میں اسی طرز پر لڑا گیا ہے، کہیں معاملہ آگے جا چکا ہے اور کہیں ابھی پیچھے ہے۔ ہر جگہ رُخ ایک ہی ہے، یعنی سیکولرازم، مخلوط معاشرہ، اور مردوں کے دوش بدوش بیرونِ خانہ کی سرگرمیوں کی دلدادہ عورت کا ترکِ پردہ اور ترکِ خانہ ـــــ ہمارے مسلمان ملکوں کے زرّیں کارنامے یہاں تک پہنچے کہ مغرب نے اپنے شاگردوں کے ذریعے امتناعِ پردہ کا قانون بنا کر داخلی جبریت کے ذریعے خارجی حملے کو کامیاب کرایا۔ یہی تجربہ اب پاکستان میں دُہرانے کی کوشش ہو رہی ہے۔ شاید اس سلسلے میں اس بار سیکولرازم اور لادینیت اور مغرب پرستی کا حملہ اُس سے پچاس گنا زیادہ زوردار ہو جیسا پاکستان بننے کے بعد دستور کو اسلامیت سے دُور رکھنے کے لیے کیا گیا تھا۔

مادہ پرستانہ فکر پر چلنے والے معاشروں میں عورت کے معاملے میں تغیرات کا لمبا سفر قدم بہ قدم طے ہوا ہے، جیسے یہاں ہو رہا ہے۔ پہلے یہ جھگڑا کہ گھر میں رہنے کی پابندی کیوں؟ پھر یہ قضیہ کہ پردہ کیوں؟ پردہ ضروری ہے بھی تو برقع کیوں اور چادر کیوں نہیں؟ پھر چادر غائب، علامتی دوپٹہ باقی۔ آخر میں سر ڈھانپنا بھی مردوں کی جبریت ہے، لہٰذا دوپٹہ بھی رخصت۔ دوپٹے کے بعد اب لباس کے دوسرے اجزا مقراضِ فیشن کی زد میں ہیں اور اس "ترقی" کی آخری منزل وہ جامہ ہے جس کا نہیں اُلٹا، سیدھا!

اسی طرح دوسرے رُخ سے پہلی یہ آواز کہ ہمیں بھی علمی اور دینی مجالس سے فائدہ اُٹھانے کا حق ہے، پھر یہ جھگڑا کہ آخر ہم تنے ہوئے لمبے پردے کے پیچھے کیوں بیٹھیں؟ وہ پردہ اُٹھایا گیا تو پھر لڑائی برقعے کے خلاف کہ آخر اس طرح لپٹ لپٹا کر بیٹھنے کی کیا ضرورت کہ پوری آکسیجن[1] بھی نہ ملے، پھر

---

[1] معلوم نہیں ہر سال برقع پوش خواتین میں سے ہر سال کتنی فیصد تعداد آکسیجن کی کمی کی وجہ سے دم توڑ دیتی ہوگی!

کھلے بندوں بیٹھنے کے بعد یہ اعتراض کہ ہماری نشستیں الگ کیوں ہوں، ہم تو مردوں کے اندر گھل مل کر (شانہ بشانہ) بیٹھیں گی۔ پھر یہ سوال کہ صرف دینی اور علمی مجالس ہی تک بات محدود کیوں؟ ثقافتی کھیل تماشوں اور میچوں سے لطف اندوزی کیوں نہیں؟ پھر تماشا کرنے کی محدودیت کب تک خود تماشا بننے کا حق کیوں نہیں؟

اس طرح یہ سفر بعینہ انہی خطوط پر ہو رہا ہے جن پر مادہ پرست معاشروں میں ہوا۔ اور اس کے آگے کے مراحل بھی بالکل وہی ہوں گے جو دنیا بھر کے معاشروں میں آج ہمارے سامنے موجود ہیں۔ کیا ان مراحل و منازل کو دیکھ کر مسلم خاتون کو عبرت نہیں مل سکتی؟

میں پوچھتا ہوں: کیا تم لوگوں کو یہ پسند ہے کہ یہاں آزاد محبت کا دور چلے؟ یہاں حرام اولادیں ہوں؟ بات بات پر طلاقیں ہوں اور طلاق کی سالانہ شرح بڑھتی ہی چلی جائے؟ یہاں ماں باپ، بہن بھائیوں اور خاندان کے بزرگوں سے آزاد لڑکیاں جنس مقابل میں "دوست" تلاش کریں اور ان کے ساتھ تجرباتی طور پر برسوں اور مہینوں کے لیے یک جائی رہائش اختیار کریں؟ پارکوں میں ادین ایئر قسم کے جنسی عمل کے مظاہرے ہوں، خوبصورت لڑکیوں کو سرمایہ دار دولت کی قوت سے خرید کر شو بزنس اور نائٹ کلبوں اور شراب خانوں میں استعمال کرے؟ عورت کا استحصال کرنے والے جرائم اور جاسوسی اور کاروباری تشہیر میں اس سے ظالمانہ فائدہ اٹھائیں؟ حکومت کے بڑے محکمے اور کاروباری فرمیں اپنے مہمانوں کی تواضع کا سامان بنانے کے لیے ان کو خرید رکھیں؟ قانونی جواز کے ساتھ ہم جنسی کی شادیاں ہوں، ماں بہن اور دیگر محرمات کے احترام کا معروف طور پر خاتمہ ہو جائے؟ پھر حال یہ ہو کہ اس جنسی فراوانی کے باوجود جبری بدکاری کے واقعات بھی بڑھتے جائیں اور نیویارک جیسے شہر میں کسی عورت کے لیے مغرب کے بعد سڑکوں پر خیریت سے چلنا پھرنا ممکن نہ رہے۔

مغرب نے عورت کا ایسا ہمہ جہتی استحصال کیا ہے اور اسے اس بُری طرح رگیدا ہے کہ اس کا وجود ہمہ تن ایک نقشِ عبرت ہے۔

معلوم نہیں، ہمارے لوگ کس چیز پر ریجھے جا رہے ہیں۔

بہرحال مختلف جزئی بحثوں میں پڑنے کے بجائے ہم جاگیرداری اور افسرشاہی سے تعلق رکھنے والی خواتین اور ان کے پشت بانوں سے یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ وہ دو میں سے ایک راستہ اپنے لیے طے کرلیں۔

ایک راستہ یہ ہے کہ آپ مغرب کی مادہ پرستانہ تہذیب کے تقاضوں کے آگے سر جھکا دیں اور جو کچھ وہاں رائج ہے اُسے اپنے اُوپر طاری کرلیں۔ شروع سے آخر تک جتنے بھی مراحل اس سفرِ ترقی کے ہو سکے ہیں ان سب کو شرحِ صدر سے قبول کرلیں جیسے کوئی کسی مذہب پر ایمان لاتا ہے۔

یہ صورت اگر پسند ہو تو پھر ہرگز کوئی ضرورت اس بات کی نہیں ہے کہ اسلام کو بیچ میں گھسیٹا جائے، اس کے نصوص کو مسخ کیا جائے، اس کے اُصول میں تحریف کی جائے اور اس کے احکام کا رنگ تبدیل کرکے یہ بے تُکی بات ثابت کی جائے کہ مغربی تہذیب کا ہر جزو عین اسلامی ہے اور جو کچھ وہاں ہو رہا ہے، قرآن اور حدیث کے تقاضوں کو سامنے رکھ کر کیا جا رہا ہے۔ اس طرح کی باتوں سے اُلجھنیں پیدا ہوتی ہیں، بے کار کی بحثیں اُٹھتی ہیں، اس کا نتیجہ سوائے فکری بحران کے کچھ نہیں۔

آپ اگر مغرب کے تہذیبی حملے کے سامنے سرنگوں ہونے ہی کو باعثِ فلاح و عزت سمجھتی ہیں تو براہ کرم! اسلام کو آپ معاف فرمائیں۔ اسلام کو پہلے ہی لادینیت پسندوں، انحراف پسندوں اور مفاد پرستوں نے اتنے زخم اور چرکے دیئے ہیں کہ اب مزید آپ کی کسی نوازش کی اسے ضرورت نہیں۔ آپ یہ بھول جائیں کہ اسلام کوئی دین ہے، اس کی کوئی کتاب ہے، اس کو کسی رسولؐ نے پیش کرتے ہوئے نمونہ قائم کیا، اسلام نے کوئی سوسائٹی بنائی تھی اور اس نے عورتوں کو کوئی خاص کردار دیا تھا۔ اسلام کے اندر سے غیر اسلامی رجحانات برآمد کرنے کی مساعی جس طرح کی ژولیدگی اور جس طرح کی بے تکی بحثوں کو پیدا کرتی ہیں، آخر کیا ضرورت ہے کہ پاکستان کو ایسی چیزوں کا شکار بنایا جائے۔

دوسری راہ یہ ہے کہ آپ پہلے سے یہ طے کرلیں کہ ہم مسلم خواتین ہیں، ہمارا دین اسلام ہے اور ہماری خدا پرستانہ اخلاقی تہذیب اس دین کے اصول و اقدار پر استوار ہے۔ ہم دنیا سے اپنا جداگانہ تہذیبی وجود رکھتی ہیں، ہمارا تصورِ نسائیت اور تصورِ ازدواج اور نظریۂ رابطۂ مرد وزن بالکل دوسرا ہے۔ ہم دوسروں کے طور طریقوں کا جوا اپنے کندھوں پر لدنے نہیں دیں گی، بلکہ ہماری کوشش یہ ہوگی کہ ہم اپنے استدلال اور اپنے کردار کے زور سے اپنی تہذیب اور اپنے تصورِ نسائیت کو خدا ناشناس معاشروں کے سامنے بغیر کسی احساسِ کمتری کے پیش کریں۔

اس صورت میں صحیح طریقہ یہ ہوگا کہ آپ صرف مساواتِ مرد و زن اور پردے اور نوکری یوں ہی کے معاملے میں نہیں، بلکہ ساری زندگی کے متعلق یہ طے کرلیں کہ آپ کو پیروانِ اسلام کی حیثیت سے زندگی گزارنی ہے۔

پھر یہ کہ آپ یہ بھی فیصلہ کرلیں کہ آپ اسلام کو اپنی خواہشات کے سانچے میں ڈھالنے کے غلط مسلک کے بجائے یہ صحیح رویہ اختیار کریں کہ اسلام کے اصول و احکام کو اس شکل میں سمجھنے کی کوشش کریں جس شکل میں وہ دیئے گئے ہیں۔ ان کی ان تعبیرات کو مستند سمجھیں جو نبی اکرمؐ کے قول و فعل سے بدیہی طور پر ثابت ہوں۔ بعد ازاں آپ مسلمانوں کی اس سوسائٹی کے طور و اطوار اخذ مدعا کریں جسے حضورؐ نے خود لمبی تربیت دے کر تیار کیا تھا۔ خاص طور پر خواتین کے متعلق حضورؐ کی تعلیمات و تلقینات کا صدقِ دل سے احترام کریں[1] اپنے مقابلے میں ان تمام لوگوں کو ترجیح دیں،

[1] یہاں دنیا میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی وحی اور پیش کردہ سنت اور حضورؐ کی تعلیمات و تلقینات کو جو لوگ کھیل تماشا بناتے ہیں اور حضورؐ کے فرمودات کے متعلق طرح طرح سے مین میخ نکالتے ہیں ان کو متنبہ رہنا چاہیے کہ قیامت کے دن شفاعت کی درخواست لے کر حضورؐ ہی کے سامنے جانا ہوگا اور جس کسی نے دنیا میں حضورؐ کی لائی ہوئی کتاب اور اس کی تشریح کرنے والی سنت کے معاملے میں ادب و وفا سے کام نہ لیا، وہ شفاعت یاب ہونے والے زمروں میں شریک نہ ہو سکے گا۔ اسی طرح جو لوگ حضورؐ کی عطا کردہ معاشرت و تہذیب کے بالمقابل دشمنانِ حضورؐ کی معاشرت و تہذیب کو قبول کرتے ہیں وہ آخرت میں کیسے حضورؐ کے اربابِ وفا میں جگہ پاسکیں گے!

جنہوں نے خدا کی کتاب اور رسولؐ کی سنت اور خواتینِ صحابیات کے طرزِ عمل کو زیادہ تفصیل و جامعیت سے سمجھا ہو۔ چاہیں تو وہ آپ بھی اس اساسی علمِ ہدایت پہ حاوی ہو سکتی ہیں۔

اسلام ہو تو بس پھر اسلام ——— اسلام اور غیر اسلام کے مرکبات کا کوئی سوال نہیں!

کاش کہ ایسی سلیم الطبع خواتین بھی جدید طبقوں میں موجود ہوں جو اس دوٹوک روش کو اختیار کر سکیں۔

آخر میں مجھے اپنے ان تمام دوستوں کو جو مصنف و محقق ہیں یا ادیب و صحافی ہیں، علمی ادارے یا اخبارات یا مکتبے چلا رہے ہیں، یا وہ جو انفرادی طور پر کام کر رہے ہیں۔ وہ ہر طرف سے نگاہیں ہٹا کر اپنے ہاں کی خواتین کو خداوندانِ مغرب کی ساحری سے بچانے کے لیے ہر سطح پر اور ہر دائرے میں مؤثر کام کریں۔ دوسرے کام اگر کچھ دیر کے لیے مؤخر کرنے پڑیں تو مؤخر کر دیں۔ کیونکہ موجودہ صورتِ حالات کو لادینیت پسندوں نے اپنے لیے سازگار پا کر پریس کے بھرپور تعاون سے اسلام کے خلاف یہ مہم شروع کر دی ہے کہ اسے بطور نظامِ حیات اور نظامِ تہذیب کے پاکستان میں اُبھرنے نہ دیا جائے۔ اس مہم میں باہر کی بڑی بڑی اسلام دشمن سامراجی قوتیں ان کی پشت پر ہیں۔ اندازہ یہ ہے کہ اس مرتبہ یہ حملہ بہت وسیع اور بھرپور ہوگا ——— اس لیے فیصلہ کن بھی!

؎ بپیش کر غافل! عمل کوئی اگر دفتر میں ہے

احتیاط

ترجمان القرآن میں ضرورت استدلال کے لیے آیات و احادیث شائع ہوتی رہتی ہیں قارئین سے گذارش ہے کہ جن اوراق پر آیات و احادیث ہوں ان کا خاص احترام ملحوظ رکھیں تاکہ بے ادبی نہ ہونے پائے۔ (ادارہ)

حکمتِ سیّد مودودیؒ

عبادتِ حج کے مختلف پہلو

(ادارہ)

اللہ کے حضور بندگی پیش کرنے کی دنیا میں جتنی شکلیں بھی ممکن ہیں وہ ساری کی ساری اللہ تعالیٰ نے حج میں جمع کر دی ہیں۔ ذرا غور کیجیے کہ ایک آدمی جس وقت حج کا ارادہ کرتا ہے۔ اگر وہ خالصتہً اللہ کی رضا طلبی کے لیے حج کا ارادہ کر رہا ہے تو اُس کا یہ عزمِ سفر کرنا بجائے خود یہ معنی رکھتا ہے کہ وہ کوئی دُنیوی مقصد لے کر گھر سے نہیں نکل رہا ہے۔ اِس کے پیش نظر کوئی تجارتی غرض نہیں ہے اور نہ اُسے سیر و سیاحت ہی کا شوق چرایا ہے۔ اس نے ہزاروں میل سفر کرنے کا ارادہ صرف اس لیے کیا ہے کہ اللہ کی عبادت کرے اور اس کی رضا جوئی کے لیے تگ و دَو کرے۔ پھر آپ دیکھیے کہ ایک آدمی جب حج کے لیے نکلتا ہے تو اپنے بال بچوں کو چھوڑتا ہے۔ اپنا گھر بار، اپنا کاروبار، اپنے اعزہ و اقربا اور اپنے دوست احباب، غرضیکہ بے شمار علائق و روابط کو توڑ کر نکلتا ہے۔ کیوں؟ صرف اس لیے کہ اللہ کی عبادت انجام دے اور اس کی خوشنودی تلاش کرے۔ اس طرح ہجرت کا اجر اس کو آپ سے آپ مل جاتا ہے۔ ہجرت کے جو اخلاقی اور روحانی فوائد اور منافع ہیں وہ سارے کے سارے اس کو حاصل ہو جاتے ہیں کیونکہ اس کی حیثیت اس شخص کی سی ہے جو محض اللہ کی خاطر اپنا گھر بار چھوڑ دیتا ہے۔

اس کے بعد آپ دیکھیے کہ ایک شخص جب مکہ معظمہ پہنچتا ہے تو اُس جگہ وہ بے شمار مختلف عبادات انجام دیتا ہے۔ پانچوں اوقات کی نمازیں تو بہر حال وہ آپ سے آپ پڑھتا ہے لیکن اس کے علاوہ وہ بیت اللہ کا طواف کرتا ہے، اس سے اُسے اللہ تعالیٰ پر قربان ہوتے اور اپنے آپ کو صدقہ کرنے کا اجر نصیب ہوتا ہے۔ یہاں وہ حجرِ اسود کو چومتا ہے، اس طرح گویا اللہ تعالیٰ کی آستانہ بوسی کرتا ہے۔ پھر وہ مُلتزم سے چمٹتا ہے،

یہ گویا اللہ تعالیٰ کی چوکھٹ سے نپٹ رہا ہے اور اس سے دعائیں مانگ رہا ہے۔ اس کے علاوہ وہ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتا ہے۔ اس طرح اس کو اللہ کی راہ میں دوڑ دھوپ کرنے کا اجر ملتا ہے۔ اس طریقے سے اس کو اللہ سے دعا کرنے، اس کے گھر کے گرد طواف کرنے اور اس کی راہ میں سعی و جہد کا اجر حاصل ہوتا ہے۔ پھر ان عبادات کے علاوہ حج کے دوران میں وہ منیٰ جاتا ہے، منیٰ سے عرفات اور عرفات سے مُزدلفہ آتا ہے۔ مزدلفہ سے پھر منیٰ جاتا ہے۔ یہ ساری دوڑ دھوپ جہاد سے مشابہت رکھتی ہے۔ جس طرح ایک آدمی جہاد کے لیے گھر سے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر نکلتا ہے۔ راستے کی تکلیفیں اور صعوبتیں برداشت کرتا ہے۔ میدانِ جنگ کی سختیاں جھیلتا ہے۔ قریب قریب اسی طرح کی صعوبتیں اور محنتیں اور مشقتیں آدمی کو اس تمام دوران میں انگیز کرنی ہوتی ہیں۔ اس طریقے سے وہ گویا جہاد فی سبیل اللہ کے اجر کا مستحق بنتا ہے۔ پھر وہ یَوْمُ النَّحَرِ کو (قربانی کے روز) قربانی کرتا ہے۔ اس طرح اس کو قربانی کا اجر بھی حاصل ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ حج جامع عبادات ہے۔ دنیا میں آج تک جتنی ممکن قسم کی عبادتیں انسانوں نے کسی معبود کو پیش کی ہیں وہ ساری کی ساری یہاں ایک بندۂ مومن صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خاص کرتا ہوا انجام دیتا ہے۔ اسی بنا پر حج کو سب سے بڑی عبادت بھی قرار دیا گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اگر یہ عبادت انجام دے کر کوئی شخص اپنے گناہوں کی مغفرت ہی حاصل کر لے تو درحقیقت یہ اس کی بہت بڑی کامیابی ہے اور مغفرت کی حد تک حج کا فائدہ حاصل کرنے کے لیے یہ بات نہایت ضروری ہے کہ آپ بے عیب حج کریں۔ بے عیب حج سے مراد یہ ہے کہ آدمی حج کے دوران میں ہر قسم کی برائیوں سے بچنے کی پوری پوری کوشش کرے۔ غیبت سے پرہیز کرے۔ گالی دینے سے اور باہم جھگڑا کرنے سے بچے۔ آدمی کو حج میں جو سب سے بڑی مشقت پیش آتی ہے وہ یہ ہے کہ اسے مناسکِ حج کی ادائیگی میں قدم قدم پر رکاوٹوں اور مشکلوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ ایک ہی وقت میں لاکھوں آدمیوں کو وہ مناسکِ حج ادا کرنا ہوتے ہیں۔ اب چونکہ اس موقع پر لوگوں کا غیر معمولی ہجوم ہوتا ہے اور ہر کوئی ایک تگ و دو میں لگا ہوتا ہے۔ اس لیے اس عالم میں ہر وقت اس بات کا امکان ہوتا ہے کہ ایک انسان کو دوسرے انسان سے دانستہ یا نادانستہ کوئی تکلیف پہنچ جائے، یا کسی کو اپنا کوئی کام انجام دینے میں زحمت پیش آئے اس لیے ایسے مواقع پر ہر شخص کو نہایت ضبط و تحمل سے کام لینا چاہیے۔ اور کسی صورت میں بھی تنگ دلی اور تنک مزاجی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے۔ اس عالم میں اس بات کی سخت ضرورت ہوتی ہے کہ

آدمی اپنے نفس پر ضبط کرے۔ باہم گالم گلوچ اور دنگا فساد سے پوری طرح بچے اور اس امر کی کوشش کرے کہ اُس کی ذات سے کسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ البتہ اگر کسی کی ذات سے اس کو کوئی تکلیف پہنچ جائے تو وہ اس کو صبر کے ساتھ برداشت کرے۔ یہ کم سے کم وہ چیز ہے جو آدمی کے حج کو بے عیب بناتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ط

(یعنی جو شخص حج کے مہینوں میں حج کی نیت کرے اُسے خبردار رہنا چاہیے کہ حج کے دوران میں اس سے کوئی شہوانی فعل، کوئی بدکاری، کوئی لڑائی جھگڑے کی بات سرزد نہ ہو)۔

حج کے دوران میں آدمی کا سب سے بڑا امتحان اسی معاملے میں ہوتا ہے اور جو آدمی حج میں لڑائی جھگڑا کرتا ہے، دوسروں کے لیے تکلیف کا باعث بنتا ہے اور دوسروں سے پہنچنے والی تکالیف پر صبر نہیں کرتا وہ اپنے حج کے اجر کو بہت حد تک ضائع کر دیتا ہے۔

اس سے آگے اگر کوئی شخص خوبیوں والا حج کرنا چاہتا ہے تو اس کو چاہیے کہ اپنے وقت کا زیادہ سے زیادہ حصہ اللہ کا ذکر کرنے میں صرف کرے۔ بیٹھا ہوا فضول گپیں نہ ہانکے۔ بیکار قصے گوئی نہ کرے۔ کسی کی بُرائی کرنا تو بڑی چیز ہے۔ محض دُنیاوی معاملات پر ہر وقت باتیں کرتے رہنا بھی حج کے اجر و ثواب کو کم کر دیتا ہے۔ اُونچے درجے کا خوبیوں والا حج اگر آپ کو مطلوب ہو تو اس کے لیے ضروری ہے کہ آپ اپنے اوقات کا زیادہ سے زیادہ حصہ اللہ کا ذکر کرنے میں، نمازیں پڑھنے میں، قرآن مجید کی تلاوت کرنے میں، نیکی اور بھلائی کی باتیں کرنے میں، لوگوں کو اللہ کا دین سمجھانے میں اور اُن کو منکرات اور فواحش سے روکنے میں صرف کریں۔ اگر آپ ان کاموں میں اپنے اوقات صرف کرتے ہوئے حج کریں گے تو ان شاء اللہ وہ حج خوبیوں والا حج ہوگا اور اس پر آپ بہت بڑے اجر کے مستحق ہو سکیں گے۔

(خطبات، ص ۳۹۸)

اجماعِ اُمّت

جناب شیخ الحدیث مولانا عبدالمالک صاحب

جنوبی افریقہ کی عدالت میں مرزائیوں کی طرف سے جو مقدمہ اس غرض کے لیے دائر ہے کہ ان کو مسلمان قرار دیا جائے اس میں دوسرے فریق یعنی صحیح العقیدہ مسلم علماء و مفکرین کی طرف سے جو دلائل دیئے گئے ہیں اُن میں سے ایک دلیل یہ بھی ہے کہ مرزائی (پیروانِ مرزا غلام احمد) اجماعِ امت کی رُو سے غیر مسلم ہیں - اس میں یہ دعویٰ خود بخود شامل ہے کہ اجماعِ امت ادلہ شرعیہ میں سے ایک دلیل ہے. چونکہ عدالت کی کارروائی کا کوئی دوسرا دَور بھی ہو سکتا ہے، اس لیے عدالت میں پیش ہونے والے ایک صحیح الفکر مفکر نے اجماعِ امت کی حقیقت دریافت کی ہے؛ جواباً ان کے لیے مولانا عبدالمالک صاحب نے ذیل کا مقالہ لکھا ہے۔ (ادارہ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے زمانہ سے لے کر قیامت تک دُنیا بھر کے انسانوں کے لیے نبی اور رسول ہیں۔ آپ پر اور آپ کے لائے ہوئے دین پر ایمان لانا، اس کے مطابق زندگی بسر کرنا اور معاشرے سے تمام نظاموں کو اُکھاڑ پھینک کر ان کی جگہ حضورؐ کے لائے ہوئے نظام کو قائم کرنا ایمان والوں پر فرض ہے۔

ہ ۔ حضورؐ نے اپنی ۶۳ سالہ زندگی کے ۲۳ سالوں میں انسانوں کو اس نظامِ اسلامی پر ایمان لانے کی دعوت دی اور ایمان کی بنیاد پر ایک اُمت تشکیل دی جسے لے کر آپ نے دعوت و تبلیغ اور جہاد کے عظیم کام سرانجام دیئے اور ایک اسلامی ریاست قائم کر کے اس میں اللہ کے دین کو مکمل طور پر نافذ کر دیا۔

ہ ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دُنیا سے رخصت ہو جانے سے بعد کے انسان اس بنا پر ایمان لانے سے معذور نہیں ہیں کہ اُن تک آپ بنفسِ نفیس دین لے کر نہیں پہنچے نہ ہی وہ شریعتِ اسلامیہ کے

واجب العمل ہونے کا اس بنیاد پر انکار کر سکتے ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں اور ہم لوگوں تک خود دین لے کر نہیں پہنچے تو پھر ان سے اس دنیا میں ایمان و عمل کا مطالبہ کیوں ہے اور آخرت میں ان سے اس کی بازپرس کیوں ہوگی؟ اس سوال کا جواب ہر وہ شخص جو دین کا تھوڑا سا علم بھی رکھتا ہے، یہ دے گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس دین کو لے کر آئے ہیں وہ محفوظ ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گا اور آپ کا قائم مقام خلیفہ یا خلفاء آپ ہی کی طرح اس کے مبلغ اور داعی اور علمبردار ہیں اور ان کا اس دین کو پیش کرنا اسی طرح ہے جس طرح خود آپ کا پیش کرنا اور ان کا پیش کرنا بھی اسی طرح حجت ثابت ہوتا ہے جس طرح آپ کا پیش کرنا۔ اس لیے وہ لوگ جنہوں نے آپ کا زمانہ نہیں پایا معذور نہیں سمجھے جائیں گے۔

یہ وہ حقائق ہیں جو اس دین کے مسلمات میں سے ہیں اور ان کا کوئی بھی شخص جو مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہے منکر نہیں ہے۔ ان سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک ہر دور میں آپ کا کوئی نہ کوئی قائم مقام ہونا چاہیے جس کی بات دین میں حجت کی حیثیت رکھتی ہو تاکہ انسانوں پر اللہ کی طرف سے اتمامِ حجت ہو سکے۔ اس کے بعد مسئلہ یہ رہ جاتا ہے کہ آپ کا قائم مقام، خلیفہ اور نائب کون ہے؟ اس کا فیصلہ ہو جائے تو "اجماعِ امت" کے مسئلہ کی ساری گتھیاں سلجھ جاتی ہیں۔

جب ہم کتاب و سنت، نظر و فکر اور تاریخِ اسلام کی روشنی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب کے متعلق معلوم کرنا چاہتے ہیں تو یہ حقیقت واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ "وہ" امت مسلمہ اور اس کے ماہرین اہلِ علم ہیں۔ دین کا وہ حصہ جس کے لیے علمی گہرائی کی ضرورت نہیں اس میں پوری امتِ مسلمہ اور وہ حصہ جس کے لیے علمی گہرائی کی ضرورت ہے اس میں ماہرینِ شریعت آپ کے نائب ہیں اور ان دونوں حصوں میں آپ کے یہ نائبین انسانوں پر اسی طرح حجت ہیں جس طرح آپ خود حجت ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وکذلک جعلنٰکم امۃ وسطاً لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا۔" (بقرہ - ۱۴۳)

(اور اسی طرح تو ہم نے تم مسلمانوں کو ایک امتِ وسط بنایا ہے تاکہ تم دنیا کے

لوگوں پر گواہ ہو اور رسولؐ تم پر گواہ ہو۔)

ابو حیان اندلسی فرماتے ہیں:

حتج جمہور المعتزلة بهذه الآیة علیٰ ان الاجماع حجة (البحر المحیط-ج۱-ص ۴۲۱)

(ترجمہ) جمہور معتزلہ (تک) نے اس آیت سے اجماع کے حجت ہونے پر استدلال کیا ہے۔

گواہ وہ ہوتا ہے جس کی بات پر نزاع کا فیصلہ ہوتا ہو۔ اس آیت میں اُمتِ مسلمہ کو اُمت وسط قرار دے کر اس کی گواہی کو دُنیا بھر کے انسانوں پر حجت قرار دیا گیا کہ وہ اپنے نزاعات کا فیصلہ ان کی گواہی کی روشنی میں کریں۔ ان کی گواہی جسے حق اور سچ کہے وہ حق اور سچ ہے اور جسے جھوٹ اور ناحق کہے وہ جھوٹ اور ناحق ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ یہ اپنی گواہی رسولؐ کی گواہی کی روشنی میں دیں گے۔ جس سے ان کے مرتبے کا تعین ہو جاتا ہے کہ ان کا مرتبہ کتاب وسنّت کے بعد ہے۔

"انها الامة الوسط التی تشهد علی الناس جمیعاً فتقیم بینهم العدل والقسط وتضع لهم الموازین والقیم وتبدی فیهم رأیها فیکون هو الرای المعتمد .... وتقول هٰذا حق وهٰذا باطل"

(فی ظلال القرآن ج ۲ - ص ۱۷)

۵۔۔۔ گواہ کے لیے ایک تو یہ ضروری ہے کہ اُسے گواہی کا علم ہو اور دوسرا یہ کہ وہ عادل ہو یہ دونوں شرائط عقل اور نقل سے ثابت ہیں۔ "علم" کی شرط کا ذکر اس آیت میں الگ سے نہیں کیا گیا اس لیے کہ لفظ "شہید" بمعنی گواہ سے، یہ شرط خود بخود معلوم ہو جاتی ہے۔ البتہ عدالت کا ذکر الگ سے کر دیا گیا، تاکہ یہ نکتہ سامنے آجائے کہ اُمت کے افراد اگرچہ اپنی منفرد حیثیت میں معصوم نہیں ہیں، لیکن من حیث الجماعت معصوم اور عادل ہیں۔ اِن دو شرائط کی بنیاد پر اجماع کی دو قسمیں کی گئی ہیں۔۔۔ ایک اجماعِ اُمت، دوسرا اجماع مجتہدین۔ جس چیز کی گواہی اُمت کا ہر فرد دے سکتا ہے اس کے لیے اجماعِ اُمت شرط ہے اور وہ اس وقت تک منعقد نہیں ہوتا جب تک اُمت کے تمام طبقات، عوام وخواص اس پر متفق نہ ہوں اور دوسرا اجماع مجتہدین ہے۔

یہ بھی دوسرے درجے میں اجماعِ اُمت ہی ہوتا ہے لیکن اوّلاً اجماع مجتہدین ہوتا ہے اور اس میں اس بات کی گنجائش ہوتی ہے کہ اس کے باوجود اجماع قرار پائے کہ عوام میں سے کچھ لوگ اس کے

قائل نہ ہوں۔ اور "اُمّتِ وسط" کی شرط کی بنا پر ضروری ہے کہ وہ ایسے مجتہدین کا اجماع ہو جو عادل ہوں اور اُن میں سے کوئی خود "اجماعِ اُمّت" کی خلاف ورزی کا ارتکاب کر کے فاسق نہ بن چکا ہو۔ اس اجماع کو اجماع قرار دیا جائے گا اگرچہ اس سے اس طرح کے فاسق مدّعیِ اجتہاد خارج بھی ہوں۔

دوسری آیت | "کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر و تؤمنون باللہ" (ال عمران - آیت ۱۱۰)

(اب دُنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لیے میدان میں لایا گیا ہے تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو)

اِس آیت میں دُنیا بھر کے انسانوں کو ہدایت کی طرف بُلانے اور اُن میں معروف کا حکم جاری کرنے اور منکر سے روکنے کی ذمہ داریاں اس اُمّت پر ڈالی گئی ہیں اور پہلی آیت کی طرح اس آیت میں بھی اس کے "خیر اُمّت" ہونے کا اعلان کر دیا گیا تاکہ کوئی یہ اعتراض نہ کر سکے کہ ہدایت تو اسی سے لی جا سکتی ہے جو خود ہدایت یافتہ ہو اس لیے فرمایا گیا کہ یہ اُمّت ہدایت یافتہ ہے اور خیر امۃ ہے اس لیے اس سے ہدایت لینا ضروری ہے۔ اور ہدایت کے لیے اس کی طرف رجوع نہ کرنے میں کسی کے پاس کوئی عذر نہیں ہے۔

تیسری آیت | "ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدی ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولی ونصلہ جھنم وساءت مصیرًا" (النساء - آیت ۱۱۵)

(مگر جو شخص رسولؐ کی مخالفت پر کمر بستہ ہو اور اہل ایمان کی روش کے سوا کسی اور روش پر چلے درآنحالیکہ اس پر راہِ راست واضح ہو چکی ہو تو ہم اس کو اسی طرف چلائیں گے جدھر وہ پھر گیا اور اسے جہنم میں جھونکیں گے جو بدترین جائے قرار ہے۔)

اِس آیت میں رسولؐ کی مخالفت اور سبیل المومنین کی مخالفت پر الگ الگ جہنم میں داخلے کی وعید آئی ہے جس سے ثابت ہوا کہ سبیل المومنین (اجماعِ اُمّت) کی مخالفت کا بھی وہی حکم ہے جو مخالفتِ رسولؐ کا حکم ہے اور جس طرح سنّتِ رسولؐ حجت ہے اسی طرح اجماعِ اُمّت بھی حجت ہے۔

وھو دلیل علی ان الاجماع حجۃ لا تجوز مخالفتھا کما لا تجوز مخالفۃ

:لکتاب والسنۃ - (کشاف ج ۱ - ص ۵۶۳)۔

والذی عول علیہ الشافعی فی الاحتجاج علی کون الاجماع حجۃ

مخالفتہ ھذہ الایۃ (ابن کثیر۔ ج ۲ ص ۳۹۳)

اس موضوع پر قرآن پاک کی اور بھی متعدد آیات روشنی ڈالتی ہیں۔ سر دست ہم انہی پر اکتفا کرتے ہیں اور ان میں بیان کردہ ضروری نکات کی وضاحت کرتے ہیں۔

۱۔ ان آیات سے اولاً یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسالت و نبوۃ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت پوری اُمتِ مسلمہ یا مجتہدین اُمت کو حاصل ہے۔ اس کے کسی خاص فرد کو نہیں اور آپ کے بعد انسانوں کے لیے مرجعِ ہدایت پوری اُمتِ مُسلمہ ہے اس کا کوئی خاص فرد نہیں۔ اُمت کی یہ حیثیت تقاضا کرتی ہے کہ آپ کے بعد کوئی شخص نبوت و رسالت کے منصب پر فائز نہ ہو، ورنہ تو اُمت کی یہ حیثیت باقی نہ رہے گی اس لیے کہ ایسی صورت میں مرجع وہ شخص ہوگا جسے نبوت اور رسالت ملی ہوگی نہ کہ اُمتِ مُسلمہ۔

۲۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی طرف سے انسانوں پر اتمام حجت تھے۔ اس لیے آپ اس بات سے معصوم تھے کہ دین میں کمی بیشی کر کے لوگوں تک پہنچائیں اور اسی لیے آپ کا فہم دین بھی حجت تھا۔ آپ کے بعد اتمام حجت آپ کی "نائب اُمت" کے ذریعہ ہوتا ہے اس لیے وہ بھی اس بات سے معصوم ہے کہ دین میں کمی بیشی کرے اور اس کا فہمِ دین بھی حجت ہے، بدیہات میں عوام و خواص اور نظری مسائل میں مجتہدینِ امت کا "اجتماعی فہم، معصوم من الخطاء ہے۔ علامہ علاؤ الدین عبدالعزیز فرماتے ہیں۔

"ان الروایات تظاھرت من الرسول صلی اللہ علیہ وسلم بعصمۃ

ھذہ الامۃ عن الخطا" (کشف الاسرار ج ۳ - ص ۲۵۸)

(روایات اس امت کے خطا سے معصوم ہونے پر متفق ہیں)۔

۳۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا:

"الا فیبلغ الشاھد الغائب" (سنو حاضر غائب کو پہنچائے)

یہ بات تاریخی طور پر بھی ثابت ہے اور اُمتِ مسلمہ کے تمام گروہوں کے ہاں مسلم بھی ہے کہ تبلیغ میں اُمت کا اجماع حجت ہے یعنی جس چیز کو اُمتِ مسلمہ من حیث الجماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی طرف نسبت کرے وہ حجت ہے اسی بنا پر قرآنِ پاک جیسے اُمتِ مسلمہ نے ہم تک پہنچایا ہے، ہم اسے بلا شبہ اللہ کا کلام سمجھتے ہیں اور وہ احادیث جو تواتر منقول ہیں انہیں احادیثِ رسول سمجھتے ہیں۔ جس اجماع کے حجت ہونے یا نہ ہونے میں بعض گمراہوں کو کلام ہے اس میں یہ اجماع شامل نہیں ہے۔ یہ اجماع تو بالاتفاق حجت ہے۔ علامہ علاؤ الدین عبدالعزیز بن احمد بخاری انعقادِ اجماع کے امکان پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"لان الاجماع لما کان متصوراً فی الاخبار المستفیضۃ یکون متصوراً فی الاحکام ایضاً" (کشف الاسرار ج ۳ ص ۲۲۷)

(جب اخبارِ مستفیضہ میں اجماع کا تصور ہو سکتا ہے تو احکام میں بھی ہو سکتا ہے)

اس لیے اخبارِ متواترہ (جیسے ختمِ نبوت کی روایات) پر اجماع کے انعقاد اور اس کی حجیت میں کسی کو کلام نہیں ہے۔ امام غزالی "اجماع کا علم کیسے ہوگا؟" کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ثم اذا انحصر اہل الحل والعقد فکما یمکن ان یعلم قول واحد امکن ان یعلم قول الثانی الی العشرۃ والعشرین" (المستصفی ج ۱ - ص ۱۷۴)

(جب اہلِ حل وعقد کی تعداد محدود ہے تو جس طرح ایک کا قول معلوم ہو سکتا ہے۔ دس بیس کا بھی معلوم ہو سکتا ہے)۔

۴ ـــ جیسے کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ دین کے دو حصے ہیں۔ ایک وہ جس کے جاننے میں ہر خاص و عام شریک ہے اور اس کے لیے کسی گہرے علم کی ضرورت نہیں اس پر پوری اُمت کا اجماع ہو تب وہ اجماع حجت ہوتا ہے ورنہ نہیں اور دوسرا وہ جس کا علم صرف خواص کو ہو سکتا ہے اس پر خواص کا اجماع ضروری ہے۔ عوام اس میں خواص کے تابع ہوتے ہیں اور ان کی وہی رائے ہوتی ہے جو خواص کی ہوتی ہے اس میں ان کی اپنی کوئی رائے نہیں ہوتی۔ ان دونوں اجماعوں کی طرف "شهداء علی الناس" کے الفاظ میں اشارہ کیا گیا ہے۔ سب خاص و عام اس چیز پر گواہ بن سکتے ہیں جس کا انہیں علم ہو اور وہ چیز جس کا علم خواص ہی کو ہو سکتا ہے اس پر خواص ہی کی گواہی کافی ہوگی۔ اور ان دونوں اجماعوں کا حکم بھی الگ الگ ہے۔ پہلے اجماع کا منکر کافر ہے اور دوسرے اجماع کا منکر گمراہ ہے۔ علامہ علاؤ الدین لکھتے ہیں:

"ومنهم من فصل فقال ان كان الحكم المجمع عليه مما يشترك الخاصة العامة فی معرفته مثل اعداد الصلوٰة وركعاتها وفرض الحج والصيام وزمانهما ومثل تحريم الزنا وشرب الخمر والسرقة والربا كفر منكره لانه صار بانكاره جاحداً لما هو من دين الرسول قطعاً فصار كالجاحد لصدق الرسول عليه السلام وان كان مما ينفرد به الخاصة بمعرفته كتحريم تزوج المرأة على عمتها وخالتها وفساد الحج بالوطی قبل الوقوف بعرفة وتوريث الجدة السدس وحجب الام بالجد ومنع توريث القاتل لا يكفر منكره ولكن يحكم بضلاله وخطاءه لان هٰذا الاجماع وان كان قطعيا ايضاً الا ان المنكر متاول حيث جعل المراد من الامة والمؤمنين جميعهم على ما مر والتاويل ما نع من الاكفار كتاويل اهل الاهواء للنصوص القاطعة۔" (جلد ۳ - ص ۲۶۲)

یعنی: اگر مجمع علیہ حکم کی معرفت میں عوام و خواص دونوں شریک ہوں جیسے نمازوں اور ان کی رکعتوں کی تعداد، روزہ کی فرضیت اور ان کے زمانے اور جیسے زنا، شراب نوشی، چوری اور سود کی حرمت، تو اس کا منکر کافر ہوگا اس لیے کہ وہ دینِ رسول کے اس قطعی حکم کے انکار سے صدقِ رسول کے منکر کی طرح ہوگا۔ الخ)

اب ہم (اس تمہیدی اور ضروری گفتگو کے بعد) اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر بحث کرتے ہیں۔ اجماع کے مسئلے میں جو امور زیرِ بحث آتے ہیں ان میں پہلا مسئلہ اس کی حجیت کا ہے کہ آیا کتاب و سنت کے ہوتے ہوئے یہ حجت ہے؟ دوسرا مسئلہ یہ پیش آتا ہے کہ آیا اس کا انعقاد ممکن ہے؟ تیسرا یہ کہ اس بات کا کیسے یقین کیا جا سکتا ہے کہ فلاں مسئلے پر اجماع ہو گیا ہے؟ چوتھا یہ کہ اجماع کی کتنی اقسام ہیں اور ان تمام اقسام کا ایک ہی حکم ہے یا حکم کے لحاظ سے ان میں فرق ہے؟

حجیت اجماع | شمس الائمہ سرخسی اس پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والاثار فی هٰذا الباب كثيرة تبلغ حد التواتر لان كل واحد منهم اذا روی حديثا فی هذا الباب سمعه جمع ولم ينكر عليه احد من ذالك

الجمع فذالك بمنزلة المتواتر كالانسان اذا رای القافلة بعد انصرافها من مكة وسمع من كل فريق واحدا يقول حججنا فانه يثبت له علم اليقين بانهم حجوا فی تلك السنة وشئ من المعقول يشهد به فان الله جعل الرسول خاتم النبيين وحكم ببقاء شريعته الى يوم القيمة وانه لا نبی بعده والی ذالك اشار رسول الله صلی الله عليه وسلم فی قوله "لا تزال طائفة من امتی علی الحق ظاهرين لا يضرهم من ناواهم" فلا بد من ان تكون شريعته ظاهرة فی الناس الی قيام الساعة وقد انقطع الوحی بوفاته فعرفنا ضرورة ان طريق بقاء شريعته عصمة الله امته من ان يجتمعوا علی الضلالة فان فی الاجماع علی الضلالة رفع الشريعة وذالك يضاد الموعود من البقاء واذا ثبت عصمة جميع الامة من الاجماع علی الضلالة فما هی ما اجمعوا عليه المسموع من رسول الله صلی الله عليه وسلم وذالك موجب للعلم قطعاً فهذا مثله"۔ (اصول سرخسی، ج۱، ۲۹۹-۳۰۰)

(اس بارے میں روایات حدِ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں اس لیے کہ جب ان میں سے ہر ایک راوی ایک جماعت کے سامنے اپنی روایات بیان کرتا ہے اور اس جماعت کا کوئی فرد اس کا انکار نہیں کرتا تو یہ بمنزلہ تواتر کے ہے جس طرح ایک انسان مکہ سے واپس آنے والے ایک قافلے کو دیکھتا ہے اور اس قافلے کے مختلف گروہوں میں سے ہر گروہ کے ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سُنتا ہے کہ ہم نے حج کیا ہے تو اُسے یقین ہو جاتا ہے کہ انہوں نے اِس سال حج کیا ہے اور عقل بھی اس کی شہادت دیتی ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بنایا ہے اور آپ کی شریعت کو قیامت تک باقی رکھنے اور آپ کے بعد کسی نبی کے نہ بھیجنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اسی کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس فرمان میں اشارہ کیا ہے کہ "میری اُمت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر رہے گا۔ اور مخالفین کی مخالفت اُسے نقصان نہیں پہنچا سکے گی"۔ اس لیے ضروری ہے کہ آپ کی شریعت قیامت تک لوگوں میں کھُلی ہوئی اور نمایاں ہو۔ آپ کی وفات کے ساتھ وحی منقطع ہو چکی ہے اس لیے یہ بات ہمیں بداہۃً معلوم

ہوتی ہے کہ آپ کی شریعت کی بقا کا ذریعہ یہ بنا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اُمت کو گمراہی پر مجتمع ہونے سے معصوم کر لیا اس لیے کہ گمراہی پر مجتمع ہونا شریعت کے خاتمے کے مترادف ہے اور یہ چیز اس کی بقا کے وعدے کے منافی ہے۔ جب اُمت کے گمراہی پر مجتمع ہونے سے عصمت ثابت ہوگئی تو اس کا کسی غیر مسموع بات پر اجماع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہوئی بات پر اجماع کے مشابہ ہوگیا اور جیسے حضورؐ کی بات واجب العمل ہے اسی طرح یہ اجماع بھی قطعاً واجب العمل ہے)۔

علامہ سرخسی نے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ زیرِبحث غیر مسموع پر اجماع ہے۔ رہا مسموع پر اجماع تو وہ مسلّمہ ہے اور سب کے نزدیک قطعی ہے۔ ختمِ نبوت کے مسئلے پر اجماع، اجماع علی المسموع ہے لہٰذا وہ قطعاً حجت ہے اور اس کی حجیت پر کسی کو اختلاف نہیں۔ ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

"ومن انکر کون الاجماع حجة موجبةً للعلم فقد ابطل اصل الدین فان مدار اصول الدین ومرجع المسلمین الیٰ اجماعھم فالمنکر لذالک یسعی فی ھدم الدین" (اصول۔ج ۱)

(جس نے اجماع کے حجت اور موجب یقین ہونے کا انکار کیا تو اس نے اصل دین کو باطل ٹھیرا دیا اس لیے کہ دین کی بنیادوں اور مسلمانوں کا مدار و مرجع اجماع ہے اس لیے اس کا منکر دین کو ختم کر دینے کے درپے ہے)۔

ایک مقام پر لکھتے ہیں:

" ذکر ھشام عن محمد الفقه اربعة ما فی القرآن وما اشبھه وما جاءت به السنّة وما اشبھه وما جاء عن الصحابه وما اشبھه وما راٰه المسلمون حسنا وما اشبھه ففی ھٰذا بیان ان ما اجمع علیه الصحابه فھو بمنزلة الثابت بالکتاب والسنّة فی کونه مقطوعاً به حتی یکفر جاحده وھٰذا اقوی ما یکون من الاجماع ففی الصحابه اھل المدینة وعترة رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ولا خلاف بین من یعتقد

بقولهم ان هذا الاجماع حجة موجبة للعلم قطعاً فيكفر جاحده كما يكفر جاحد ما ثبت بالكتاب او بخبر متواتر"۔

(ہشام نے امام محمد سے روایت کی کہ فقہ چار چیزیں ہیں جو قرآن میں ہے اور جو اس کے مشابہ ہے۔ جو سنت میں ہے اور جو اس کے مشابہ ہے۔ جو صحابہ سے منقول ہے اور وہ جو اس کے مشابہ ہے۔ جسے مسلمان اچھا سمجھیں اور جو اس کے مشابہ ہو۔)

امام محمد کے اس قول میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ جس چیز پر صحابہ کا اجماع ہو وہ کتاب و سنت سے ثابت شدہ حکم کی مانند قطعی ہے۔ اس لیے اس کا منکر کافر ہوگا۔ یہ سب سے قوی اجماع ہے اس لیے کہ صحابہ میں اہلِ مدینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی "عترت" بھی شامل ہے جو لوگ ان کے قول پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ ان کے درمیان اس اجماع کے حجت اور موجب یقین ہونے میں اختلاف نہیں ہے اس کا منکر کافر قرار پائے گا۔ جس طرح کتاب اور خبر متواتر کا منکر کافر ہوتا ہے۔ (اصول ج ۱ ص ۳۱۹)

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں:

"احتج جمهور الاصحاب وجمهور المعتزلة بهذه الاية على ان اجماع الامة حجة فقال قد اخبر الله تعالىٰ عن هذه الامة وعن خيريتهم فلو اقدموا على شيئ من المحظورات لما اتصفوا بالخيرية واذا ثبت انهم لا يقدمون على شيئ من المحظورات وجب ان يكون قولهم حجة"۔

(تفسیر کبیر جلد ۳-۴ ص ۹۸)

(جمہور اہل سنت جمہور معتزلہ نے اس آیت سے اجماع کے حجت ہونے پر استدلال کیا ہے اس طرح سے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے "خیر" ہونے کی خبر دی ہے اور امت ممنوعات کے ارتکاب پر قائم رہتے ہوئے خیر ہونے کے ساتھ موصوف نہیں ہو سکتی جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ وہ کسی ممنوع کے ارتکاب کا اقدام نہیں کرے گی تو اس کے قول کا حجت ہونا ثابت ہو گیا۔)

(اس عبارت سے یہ شبہ نہیں پڑنا چاہیے کہ اجماع جمہور اہل سنت کے ہاں حجت ہے تمام کے ہاں نہیں۔ اس لیے کہ یہاں بحث استدلال میں ہے۔ اور اس میں بحث ہو سکتی ہے کہ اس آیت سے اجماع کی حجیت

ثابت ہوتی ہے کہ نہیں۔ جمہور اہل سنت کے نزدیک اس آیت سے اجماع کی حجیت ثابت ہوتی ہے)۔

ادلہ اجماع کی بحث کرتے ہوئے علامہ شاطبی الموافقات میں فرماتے ہیں کہ ان دلائل کو الگ الگ لیا جائے تو اس میں کلام کی گنجائش ہے۔ لیکن تمام کو مجموعی طور پر لیا جائے تو اجماع کی قطعیت پر دلالت کرتے ہیں۔ بلکہ فرماتے ہیں کہ اس طرح تو قرآن پاک سے نماز، روزے، حج، زکوٰۃ کی قطعی فرضیت بھی ثابت نہیں کی جاسکتی جب تک اس کے ساتھ دوسرے دلائل، قرائن اور اجماع کو شامل نہ کیا جائے۔

"ومن هذا الطريق ثبت وجوب قواعد الخمس كالصلوٰة والزكوٰة وغيرها قطعاً والا فلو استدل مستدل على وجوب الصلوٰة بقوله اقيموا الصلوٰة اوما اشبه ذالك لكان فى الاستدلال بمجرده نظر من اوجه لكن حف بذالك من الادلة الخارجية والاحكام المترتبة ما صاربه فرض الصلوٰة ضروريا فى الدين لايشك فيه الا الشاك فى اصل الدين ومن هنا اعتمد الناس فى الدلالة على وجوب مثل هذا على دلالة الاجماع لانه قطعى وقاطع للشغب واذا تأملت كون الاجماع حجة اوخبر الواحد او القياس فهو راجع الى هذا المساق لان ادلتها ماخوذة من مواضع تكاد تفوت الحصر"

(الموافقات۔ ج ۱ص ۳۷)

اصول بزدوی کے شارح علامہ علاء الدین لکھتے ہیں:

"وقال النبى صلى الله عليه وسلم (لا تجتمع امتى على الضلالة) هذا من الحجج المتعلقة بالسنة فى اثبات كون الاجماع حجة وهى ادل على الغرض من نصوص الكتاب وان كانت دونها من جهة التواتر وتقرير هذا الدليل ان الروايات تظاهرت عن رسول الله صلى الله عليه وسلم بعصمة هذه الامة عن الخطأ بالفاظ مختلفة على لسان الثقات من الصحابة كعمر وابنه وابن مسعود وابى سعيد الخدرى وانس بن مالك وابى هريرة وحذيفة بن اليمان وغيرهم رضى الله عنهم مع اتفاق المعنى كقوله عليه السلام لا تجتمع امتى على الخطا، لم يكن يجمع امتى على الضلالة۔ وروى ولا على

خطا - وعليكم بالسواد الاعظم - يد الله على الجماعة ولا يبالي بشذوذ من شذ - من خرج عن الجماعة قيد شبر فقد خلع ربقة الاسلام عن عنقه - ومن خرج من الطاعة وفارق الجماعة مات ميتة جاهلية - لا يزال طائفة من امتي على الحق حتى ياتي امر الله - ثلث لا يغل عليهن قلب المؤمن اخلاص العمل لله والنصح لائمة المسلمين ولزوم الجماعة فان دعوتهم تحيط من ورائهم - من سره بحبوحة الجنة فليلزم الجماعة فان الشيطان مع الواحد وهو من الاثنين ابعد - لن يزال طائفة من امتي على الحق لا يضرهم من ناواهم حتى ياتي امر الله - الى غير ذالك من الاحاديث التي لا تحصى كثرة ولم تزل كانت ظاهرة مشهورة بين الصحابة والتابعين الى يومنا هذا لم ينكرها احد من اهل النقل من سلف الامة وخلفها من موافقي الجماعة ومخالفيها ولم تزل الامة تحتج به في اصول الدين وفروعه" (كشف الاسرار - ج ۳ - ص ۲۵۸)

(یہ سنت کے اُن دلائل میں سے ہے جو اجماع کے حجت ہونے کے ثبوت ہیں۔ یہ اس مقصد پر نصوصِ کتاب سے زیادہ وضاحت سے دلالت کرتے ہیں - اگرچہ ان کا تواتر، قرآنی تواتر سے کم تر ہے - اس دلیل کی وضاحت یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایات اس امت کی عصمت عن الخطا پر متفق ہیں - ان روایات میں کچھ لفظی اختلاف تو ہے لیکن ان کے راوی ثقہ ہیں اور جلیل القدر ہیں جیسے عمر، ابن عمر، ابن مسعود، ابوسعید خدری، انس بن مالک، ابوہریرہ اور حذیفہ بن یمان وغیرہ -

لیکن مضمون ایک ہے جیسے میری اُمت خطا پر جمع نہیں ہوگی، ایسا نہیں ہو سکتا کہ میری اُمت گمراہی پر جمع ہو - یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ " اور نہ غلطی پر " اور تم سوادِ اعظم کی پیروی کرو - اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے اور اس سے الگ ہونے والے کی علیحدگی کی اسے کوئی پروا نہیں - جو جماعت سے ایک بالشت برابر جدا ہوا تو اُس نے اپنی گردن سے اسلام کا پٹہ اُتار دیا - جو طاعت سے نکلا اور جماعت سے الگ ہوا بالشت برابر تو وہ جاہلیت کی موت مرا - میری اُمت ہمیشہ حق پر رہے گی - یہاں تک کہ اللہ کا فیصلہ آ جائے - تین چیزیں ایسی ہیں

کہ مومن کا دل ان سے خیانت نہیں کرتا۔ اللہ کے لیے عمل کو خالص کرنا، مسلمان حکمرانوں کی خیر خواہی اور جماعت کے ساتھ منسلک رہنا۔ اس لیے کہ ان کی دعا انہیں احاطہ کیے ہوتے ہوتی ہے۔ جس شخص کو اس بات سے خوشی ہو کہ جنت کے وسط میں اس کا ٹھکانا ہو تو وہ جماعت سے منسلک رہے اس لیے کہ شیطان ایک کے ساتھ ہوتا ہے اور دو سے بہت دور ہوتا ہے۔ میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر رہے گا۔ اُسے مخالفین کی مخالفت نقصان نہیں پہنچائے گی یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے۔ ان کے علاوہ اور احادیث جن کا شمار ممکن نہیں۔ یہ ہمیشہ سے ظاہر اور مشہور رہی ہیں۔ صحابہ، تابعین کے دور سے لے کر آج تک سلف اور خلف میں سے ناقلین روایات چاہے جماعت کے موافق ہوں یا مخالف کسی نے انہیں مسترد نہیں کیا اور اُمت ہمیشہ سے اُصول و فروعِ دین میں اُن سے استجاج کرتی رہی ہے)

امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

"تظاهرت الرواية عن رسول الله صلى الله عليه وسلم بالفاظ مختلفة مع اتفاق المعنىٰ فى عصمة هذه الامة عن الخطاء اشتهر على لسان المرموقين والثقات من الصحابه ...... وغيرهم ممن يطول ذكره۔

(المستصفىٰ ۱ ص ۱۷۵)

علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے پر بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔ فرماتے ہیں:

"اما اجماع الامة فهو فى نفسه حق لا تجتمع الامة على ضلالة"

(فتاوی ج ۱۹ - ص ۱۷۶)

("اجماع امت فی نفسہ حق ہے امت گمراہی پر مجتمع نہیں ہوسکتی۔)

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

"واما اجماع الامة فهو حق لا تجتمع الامة "ولله الحمد" على ضلالة كما وصفها الله فى الكتاب والسنة فقال كنتم خير اُمة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتومنون بالله۔ وهذا وصف لهم بانهم يامرون بكل معروف وينهون عن كل منكر كما وصف

تبیهم بذالک فی قوله الذی یجدونه مکتوباً عندهم فی التوراة والانجیل"۔
فلو قامت الامة فی الدین بما هو ضلال لکانت لم تامر بالمعروف فی ذالک ولم تنه عن المنکر فیه وقال الله تعالیٰ وکذالک جعلنکم امة وسطاً۔ والوسط العدل الخیار وقد جعلهم شهداء علی الناس واقام شهادتهم مقام شهادة الرسول۔ وقد ثبت فی الصحیح ان النبی صلی الله علیه وسلم مر بجنازة فاثنوا علیه خیراً فقال" وجبت وجبت" ثم مر علیه بجنازة فاثنوا علیه شراً فقال" وجبت وجبت" قالوا یا رسول الله ما قولك وجبت وجبت قال هذه الجنازة اثنیتم علیه خیراً فقلت وجبت لها الجنة وهذه الجنازة اثنیتم علیه شراً فقلت وجبت لها النار انتم شهداء الله فی الارض فاذا کان الرب قد جعلهم شهداء لم یشهدوا بباطل فاذا شهدوا ان الله امر بشیءٍ فقد امر به واذا شهدوا ان الله نهی عن شیء فقد نهی عنه ولو کانوا یشهدون بباطل او خطأ لم یکونوا شهداء الله فی الارض بل زکاهم الله فی شهادتهم کما زکی الانبیاء فیما یبلغون عنه انهم لا یقولون علیه الا الحق وکذالک الامة لا تشهد علی الله الا بحق"۔ (فتاویٰ ج ۱۹ - ص ۱۷۶-۱۷۷)

(اجماع امت حق ہے اس لیے کہ اللہ کے فضل سے اُمت گمراہی پر مجتمع نہیں ہو سکتی، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس کی یہ شان بیان کی ہے اور سنّت میں بھی اس کی یہی صفت بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا" اب تم وہ بہترین اُمت ہو جسے لوگوں کی ہدایت و اصلاح کے لیے میدان میں لایا گیا ہے تم معروف کا حکم دیتے ہو اور منکر سے روکتے ہو، اور اللہ پر ایمان لاتے ہو"۔ اس آیت میں ان کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ ہر معروف کا حکم دیتے ہیں اور ہر منکر سے روکتے ہیں۔ جیسے کہ ان کے نبی کی بھی یہی صفت بیان کی گئی ہے۔ اب اگر اُمت دین میں کسی ایسی بات کو اختیار کرے جو گمراہی ہو تو لازم آئے گا کہ اس نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کیا (اس لیے کہ اس نے معروف کی بجائے منکر کو اختیار کر لیا)۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا" اور اسی طرح ہم نے تم مسلمانوں کو اُمتِ وسط بنایا" اور ان کی شہادت کو رسول کی شہادت کا قائم مقام قرار دیا۔ صحیح حدیث میں ہے کہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کے پاس سے ایک جنازہ لے کر گذرے۔ لوگوں نے اس کی تعریف کی تو آپ نے فرمایا" واجب ہوگئی واجب ہوگئی"۔ پھر لوگ ایک دوسرا جنازہ لے کر گذرے لوگوں نے اس کی برائی بیان کی تو آپ نے فرمایا" لازم ہوگئی لازم ہوگئی"۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "وجبت وجبت" کا کیا معنی ہے تو آپ نے فرمایا ایک جنازہ کی تم نے تعریف کی تو میں نے کہا اس پر جنت واجب ہوگئی۔ دوسرے کی تم نے برائی بیان کی تو میں نے کہا اس کے لیے جہنم واجب ہوگئی۔ تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو"۔ پس جب رب کریم نے انہیں گواہ قرار دیا ہے تو وہ باطل کی گواہی نہیں دیں گے۔ جب وہ گواہی دیں کہ اللہ نے یوں فرمایا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے فی الواقع ایسا ہی فرمایا اور جب یہ گواہی دیں کہ اللہ نے روکا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ فی الواقع اللہ تعالیٰ نے روکا ہے۔ اگر وہ باطل کی گواہی یا غلط شہادت دیں تو پھر وہ زمین میں اللہ کے گواہ نہیں ہوسکتے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی گواہی کا اس طرح تزکیہ کیا ہے جس طرح اس نے اپنے انبیاء کا فریضہ تبلیغ کی ادائیگی میں تزکیہ کیا ہے کہ وہ اللہ کی طرف صرف سچ اور حق کی نسبت کریں گے۔ اسی طرح امت بھی اللہ کے متعلق نہیں کہے گی مگر وہ بات جو حق اور سچ ہو۔

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

وکان عمر بن عبد العزیز یقول بکلمات کان مالک یأثرها عنه کثیراً قال" سن رسول الله صلی الله علیه وسلم وولاة الامر من بعده سنناً الاخذ بها تصدیق لکتاب الله واستعمال لطاعة الله ومعونة علیٰ دین الله لیس لاحد تغییرها ولا النظر فی رای من خالفها فمن خالفها واتبع غیر سبیل المومنین ولاه الله ما تولی واصلاه جهنم وساءت مصیراً" (جلد ۱۹ - ص ۱۷۸)

"عمر بن عبدالعزیز یہ کلمات کہا کرتے تھے جنہیں اکثر امام مالک نقل کرتے تھے۔ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد ذمہ داران دین نے کچھ چیزوں کو رواج دیا انہیں اپنانا اللہ کی کتاب کی تصدیق کرنا ہے۔ اللہ کی طاعت اختیار کرنا اور اللہ کے دین کی

امداد کرنا ہے۔ کسی کو ان میں تبدیلی کا اختیار نہیں ہے، نہ ہی اس کے مخالفین کی رائے پر غور و فکر کرنے کا اختیار ہے۔ جس نے ان کی مخالفت کی اور مومنین کی راہ کو چھوڑ کر دوسری راہ کی پیروی کی اللہ اسے ادھر پھیر دے گا۔ جس طرف وہ پھرا۔ اور اسے جہنم میں داخل کرے گا۔ جو بدترین جگہ ہے)۔

لکھتے ہیں کہ:

"امام شافعیؒ نے جب اصول فقہ میں کتاب لکھی تو انہوں نے دوسرے لوگوں کی طرح اجماعِ اُمت پر اس آیت سے استدلال کیا اور امام مالکؒ نے عمر بن عبدالعزیز سے ان کلمات کو نقل کیا ہے"۔ (۱۹ – ۱۷۸)

بنی الامام الشافعی مذھبہ علی الکتاب والسنۃ والاجماع والقیاس (مقدمہ کتاب الامہ)

"امام شافعی نے اپنے مسلک کی بنیاد کتاب وسنت، اجماع اور قیاس پر رکھی"

محب اللہ بہاری تحریر فرماتے ہیں۔

"الاجماع حجۃ قطعاً ویفید العلم"۔

(اجماع امت حجت قطعیہ ہے اور مفید لیقین ہے)۔

علامہ عبدالعلی محمد بن نظام الدین انصاری اس کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"عند الجمیع من اھل القبلۃ ولا یعتد بشرذمۃ من الحمقی الخوارج والشیعۃ لانھم حادثون بعد الاتفاق یشککون فی ضروریات الدین مثل السوفسطائیۃ فی الضروریات العقلیۃ" (جلد ۲ – ۲۱۳)

(تمام اہل قبلہ کا یہی مسلک ہے خوارج اور شیعہ کے چھوٹے سے احمق گروہ کے اختلاف کا کوئی اعتبار نہیں اس لیے کہ یہ اس مسئلے پر اتفاق کے بعد پیدا ہوتے ہیں اور بدیہیات دین میں اسی طرح شکوک وشبہات پیدا کرتے ہیں جس طرح سوفسطائیہ عقلی چیزوں میں شکوک پیدا کرتے ہیں)۔

(باقی)

الموازنہ فی الاصول القانون

ایک رُخ ــــــ مغربی تصوّر

ثناء اللہ نور غوری - ایڈووکیٹ - ایم اے سیاسیات - ایل ایل بی
ڈی - سی جے ، ایل ایل ایم

لفظ جیورس پروڈنس (Jurisprudence) کو اردو میں اصولِ قانون کہتے ہیں - یہ گرامر کے اعتبار سے اسم ہے[۱] - لفظ جیورس پروڈنس (Jurisprudence) لاطینی زبان کے لفظ (Jurisprudentia) سے ماخوذ ہے - جس کے معنی قانونی سوجھ بوجھ یا قانونی علم یا قانون کے علم کے ہیں[۲] - دراصل یہ دو الفاظ (Juris) اور (Prudence) کا مرکب ہے - لفظ جیورس پروڈنس کے معنی تو جاننے سمجھنے یا علم کے ہیں - اِس بات پر سبھی کا اتفاق ہے ، لیکن اختلاف صرف لفظ (Juris) پر ہے - اس بارے میں دو نظریات پائے جاتے ہیں اور یہ دونوں نظریات ایک دوسرے سے کافی حد تک مختلف معنی دیتے ہیں -

پہلے نظریہ کے مطابق جیورس کے معنی قانون کے ہیں - اس طرح منجملہ لفظ جیورس

۱؎ قانونی لغت ص ۳۱۴ - از ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن -
۲؎ جیورس پروڈنس ص ۱ - از راجہ سید اکبر -

پروڈنس کے معنی یہ ہوتے ہیں ۱۔ قانونی سوجھ بوجھ ۲۔ قانون کی تحقیق ۳۔ قانون کا فلسفہ ۴۔ علم قانون۔

دوسرے نظریہ کے مطابق لفظ JURIS انگریزی کے JURIST کا مخفف ہے جس کے معنی ماہر قانون کے ہیں اور اس اعتبار سے لفظ جیورس پروڈنس کے چار معنی ہیں: ۱۔ ماہر قانون کی رائے ۲۔ ماہر قانون کا علم ۳۔ قانون دان کے خیالات۔ ۴۔ ماہرین قانون کے فتوے۔

کولنگ انسائیکلوپیڈیا نے اس لفظ کو یوں بیان کیا ہے:

Study of general nature of law, its principal functions and concepts and theory of justice. [1]

مغربی اصول قانون کا ارتقاء مغربی اصول قانون کا سلسلہ تدریج وارتقاء برطانیہ سے چلا اس کی وجہ رومیوں کا برطانیہ پر قبضہ ہے جو کہ (55BC — 144AD) تک رہا۔ اپنے ان سابقہ آقاؤں کو برطانیہ کے عوام نے یوں خراج تحسین پیش کیا کہ اُن کے علم و فن کو ارتقاء دیا اور اُن کے نظریات کو پروان چڑھایا، یعنی اس موضوع پر اصل ابتدائی کام رُومیوں نے کیا۔ اور بہت کیا۔ اس زمانے میں مفکرین کو معاشرہ میں اہم مقام حاصل تھا اور ان کی رائے کی اہمیت مسلمہ تھی۔ تیسری صدی عیسوی تک تو عام قاعدے اور رواج کے مطابق معاشرہ کا کام سرانجام پاتا تھا۔ اور ماہرین قانون کی وہ حیثیت نہ تھی جو کہ تیسری صدی عیسوی کے بعد ہوئی۔ تیسری صدی کے بعد ماہرین و مفکرین نے قانون کو ہر لحاظ سے متاثر کیا۔ گو اس زمانے میں مجسٹریٹ اور جج بھی ہوتے تھے لیکن مفکرین کی رائے اُن کے لیے اور عوام کے لیے رہنما لکیر کا کام دیتی تھی۔ کسی بھی فیصلے کے بارے میں بہر طور اُن کی رائے کو اہمیت حاصل ہوتی تھی کیونکہ وہ لوگ

---

[1] کولنگ ماڈرن انسائیکلوپیڈیا ان کلر۔ ص ۳۰۶۔ مطبوعہ لندن۔ گلاسکو۔

جیورسٹ تھے اور قانون کے ہر پہلو پر اُن کی دسترس ہوتی تھی۔ ان کے حوالے سے جو علم وہاں سے پھیلا وہ جیورسٹ کا علم یعنی جیورس پروڈنس کہلایا۔ بعد میں ان کو کلیدی آسامیوں پر فائز کرنے کا سلسلہ بھی شروع ہوا۔ اور اس طرح حکومتی معاملات میں ماہرینِ علوم کا دخل پیدا ہوا۔ اور حکومتی اُمور وقت کے ساتھ ساتھ سدھرتے چلے گئے۔ پھر جیسا کہ تاریخ کے حوالے سے یہ بات ہم تک پہنچتی ہے کہ رومیوں کا علم ہر زمانے کے لیے، ہر دَور کے لیے، ہر قسم کے حالات کے لیے ایک مثالی نمونہ تھا اور مسلم و غیر مسلم دُنیا نے ہر دَور میں اس سے استفادہ کیا اور اس کی وجہ رُومی مفکرین تھے۔

The jurist was the central figure in the Roman legal system, since statute law was relatively unimportant in the private law and niether magisterates nor judges were necessarily or normally learned in the law. The jurist influenced the law at every stage. He assisted the private citizons by drafting legal terms for legal transaction........... etc. [1]

۵ ایک حد تک تو یہ بات صحیح ہے کہ دنیا میں ہر قوم اور تہذیب دوسری قوم اور تہذیب سے استفادہ کرتی ہے مگر اس سلسلے میں مغرب اور مغرب زدہ اصحاب کا پروپیگنڈا حد سے تجاوز کر گیا ہے۔ نظریات تو یہاں تک بھی سامنے آئے کہ اسلامی قانون و فقہ کی تشکیل رُومی اثرات کے تحت ہوئی۔ ایسی صورت میں بات بہت احتیاط سے کرنا ضروری ہے بلکہ ساتھ کے ساتھ غلط باتوں کی تردید ہو جانی چاہیے۔

[1] دی آکسفورڈ کلاسیکل ڈکشنری ص ۵۷۰۔ مطبوعہ کلارینڈن پریس ۱۹۷۰ء، لندن۔

مغربی اصولِ قانون کو گیارھویں صدی سے سولھویں صدی تک تقویت نہ مل سکی۔ سولھویں صدی میں اس علم کی حیثیت دوبارہ اجاگر ہوئی۔ اور اس کو کسی حد تک اخلاقیات سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی گئی۔ ماہرین نے اس علم کو مابعد الطبیعیاتی اور اخلاقی اقدار سے مربوط کرنے کی کوشش کی۔ یہ سلسلہ اٹھارھویں صدی تک جاری رہا۔ ڈچ فلسفی ہیگو گروشش (1588 - 1645) جرمنی فلسفی کانٹ (1724 - 1804) ہیگل (1770 - 1831) اور سکیلنگ (1775 - 1844) کا نام بطورِ خاص اس سکول کے زمرے میں لیا جا سکتا ہے۔ سیونی (1779 - 1861) نے اس علم کی بنیاد بطورِ تاریخی فلسفہ کے ڈالی اور اس کے بعد سے اسے اس کے ارتقاء کے ناطے سے جاننے کی ابتداء تاریخی انداز سے ہوئی۔ برطانوی مفکر بینتھم (1791 - 1832) نے اسی علم کے متعلق تحلیلی مکتبۂ فکر کی بنیاد ڈالی۔ اس مدرسہ کے مطابق قانون کے اصولوں کو سمجھنے کے لیے موجودہ قوانین پر پوری طرح توجہ دینی چاہیے۔ بعد میں بینتھم نے اس کو اخلاق سے گڈمڈ[۵] کر دیا۔ جان آسٹن (1791 - 1859) نے تحلیلی مکتبۂ فکر کو بامِ عروج تک پہنچایا۔ اسی سکول سے ہالینڈ اور سالمنڈ کا تعلق ہے، لیکن انہوں نے اس کے صرف چند پہلوؤں پر ہی طبع آزمائی کی ہے۔ ان کا شمار موجودہ مفکرین کی صف میں بطور ماڈرن جیورسٹ کے ہوتا ہے۔ سالمنڈ کی جیورس پروڈنس کو اس سلسلے میں خاص اہمیت حاصل ہے۔ موجودہ دَور کی تمام مغربی اصولِ قانون کی کتب اسی فلسفہ کی عکاسی کرتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں، بلکہ اس کی تشریح و تفسیر بیان کرتی ہیں۔ اصولِ قانون کا ارتقاء جس انداز سے (1951 - 1980) کے درمیانی عرصہ میں ہوا، اتنا پہلے کسی بھی صدی یا صدی کے کسی بھی حصہ میں نہیں ہوا۔ ڈی لوڈ۔ کیمبل۔ ڈیاس۔ گوڈ ہارٹ۔ ہارٹ۔ جا لوز، مورس، پاتون۔ پاؤنڈ۔ شیر و سالمنڈ۔ واٹ لی فٹ زرآلڈ اور ایل بی کرزن، یہ وہ مفکرین ہیں جنہوں نے اصولِ قانون کو بامِ عروج تک پہنچایا۔

---

۵ الفاظ "گڈمڈ کر دیا" سے مغرب کے لادینی طرزِ فکر کا اظہار ہوتا ہے۔ اسلامی نقطۂ نگاہ سے قانون اور اخلاق کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ (ن ۔ ص)

اصولِ قانون پر جو کچھ کام ۱۹۵۰ء تک ہوا تھا اسی کو ان مفکرین نے تحقیقی انداز سے آگے بڑھایا ہے۔ ان مفکرین نے اصولِ قانون کو سند وار ترتیب دے کر آنیوالی نسلوں کے لیے سرمایہ قانون کے شعبے میں اہم ترکہ چھوڑا ہے۔ موجودہ دور کو اگر اصولِ قانون کے عروج کا زمانہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ یہی وہ دور ہے کہ جس دور میں اس شعبہ کی اہمیت تمام دنیا میں اجاگر ہوئی ہے اور ساری دنیا نے اس علم کی اہمیت کو تسلیم کیا ہے۔ اصولِ قانون اتنا وسیع و عریض موضوع ہے کہ جس میں ہر قسم کا موضوع سما سکتا ہے، اصولِ قانون، قانون دانوں کا یا قانون کا علم ہر دو صورتوں میں عوام کے لیے باعثِ افادیت ہے۔ شروع شروع میں ہر ماہرِ قانون، قانون کے ہر موضوع اور زندگی کے ہر عملی پہلو پر اپنی تحقیق جاری رکھتا ہے۔ ایسے مفکرین کے افکار کو ایک کتاب کی صورت میں یکجا کر دیا گیا اور اس کا نام قانون دانوں کی مناسبت سے "اصولِ قانون" پڑا۔ اصولِ قانون میں کسی بھی موضوع کو شامل کر لیا جائے تو کسی کو اعتراض نہ ہوگا کیونکہ یہ مفکرین کی آراء کے اظہار کا ایک ایسا پلیٹ فارم ہے کہ جہاں کسی قسم کی حد بندی اور قدغن نہیں اور اس کی یہی خصوصیت ہے کہ مغربی مفکرین نے اصولِ قانون کے موضوع پر اپنے اپنے خیال کے مطابق رائے زنی اور افکار کے موتی بکھیرے ہیں۔ ہر مفکر نے اصولِ قانون کی تعریف اپنی صوابدید کے مطابق کی ہے

Jurisprudence is the knowledge of things divine and human—the knowledge of the just and unjust.[۱]

"اصولِ قانون سے مراد مختلف قسم کے قواعد کا وہ مجموعہ ہے جن کا تعلق افعالِ انسانی سے ہوتا ہے اور جن کی بجا آوری انسان پر لازم ہے"[۲]

"اصولِ قانون مروجہ قانون کے فلسفیانہ مطالعے کا نام ہے"[۳]

۱۔ جیورس پروڈنس۔ ایل۔ بی۔ کرزن۔ ص ۷۔ مطبوعہ لندن ۱۹۸۲ء

۲۔ اصولِ قانون ص ۱۷۔ احمد عبداللہ المسدوسی (مطبوعہ کراچی)

۳۔ جیورس پروڈنس۔ دووکیل۔ مطبوعہ دہلی۔

"Jurisprudence is the name given to a certain type of investigation into law, an investigation of an abstract general and theoretical nature, which seeks to lay bare, the essential principles of law and legal system." [1]

اُصولِ قانون، موضوعہ قانون کو سمجھانے کا ایک علم ہے[2]

"Jurisprudence is the science of civil law." [3]

ان تعریفوں سے یہ بات ہمارے سامنے آتی ہے کہ:

۱- اُصولِ قانون وسیع و عریض علم ہے اس کی کوئی حد نہیں۔ یہ لامحدود ہے انسانوں کے حوالے سے۔

۲- اصولِ قانون، قانون کے بارے میں مطالعہ فراہم کرتا ہے جو کہ مخصوص نوعیت کا ہوتا ہے۔

۳- اُصولِ قانون مفکرین کے افکار کا گلدستہ ہے جس میں قانون کے رنگ برنگ پھول آراستہ ہیں جو کہ دیگر قوانین اور ماحول کو بجا طور پر متاثر کرتے ہیں۔

اُصولِ قانون کو سمجھے بغیر کوئی شخص قانون دان نہیں بن سکتا۔ کیوں کہ تمام قانونی علوم کا اس میں تھوڑا بہت تذکرہ ضرور ملتا ہے۔ اس لیے اس علم کو تمام قانون کی ماں، تمام قانون کی جڑ یا تمام قانون کی آنکھ کہا جاتا ہے۔ دُنیا کے تمام قانون کے طلبا کو اس کا ضرور مطالعہ کرنا پڑتا ہے۔ کیوں کہ یہ علم اصولِ قانون کے حوالے سے قانون کی

(باقی بر صفحہ ۴۷)

۱ جیورس پروڈنس ص ۱ فنزر لینڈ۔ مطبوعہ لندن۔ ۱۹۶۶ء

۲ اصولِ قانون ص ۲۵ - پروفیسر اظہار احمد رضوی۔ مطبوعہ کراچی ۱۹۸۲ء

۳ جیورس پروڈنس ص ۲ راجہ سید اکبر مطبوعہ لاہور۔

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (انگریزی) کی تیاری میں

برصغیر کے مسلمانوں کا حصہ ——— ایک تنقیدی جائزہ

"ایک صاحبِ مطالعہ" [1]

اہلِ مغرب نے گذشتہ چند صدیوں میں جو سیاسی عروج و غلبہ حاصل کیا ہے۔ اس کا ایک منطقی نتیجہ یہ بھی سامنے آیا کہ دنیا کی بیشتر اقوام و ملل نے کلی یا جزوی طور پر مغرب کی علمی و فکری بالادستی کو بھی تسلیم کر لیا۔ مغرب کے مفکرین و مصنفین نے سائنس و ٹیکنالوجی کے علاوہ علم و ادب و صحافت، سماجیات و سیاسیات، عمرانیات و نفسیات، طبیعیات و حیاتیات غرض علم کے ہر شعبے میں طبع آزمائی کی اور علم کے نئے نئے گوشے وا کیے۔ فلسفہ و منطق کے علاوہ دنیا میں پائے جانے والے ادیان کے تقابلی مطالعے کی طرف بھی خصوصی توجہ کی۔ اسلام اور اس کی تہذیب و تمدن کے بارے میں یوں تو اوّل روز ہی سے کچھ نہ کچھ مغرب میں لکھا جانے لگا لیکن پچھلے دو تین سو سالوں میں اس ضمن میں جو کچھ کام ہوا ہے وہ بہت اہم ہے۔ اس کام کا ایک طرف تو یہ نتیجہ نکلا کہ ساری دنیا میں ہمیں یہودی عیسائی اور اشتراکی مستشرقین کی کھیپ کی کھیپ دکھائی دیتی ہے تو دوسری طرف نہ صرف مغرب بلکہ مشرق کی تمام لائبریریوں میں ان کی تصانیف بھری پڑی ہیں۔ مغرب کے ان مستشرقین نے جہاں جدید تصانیف پیش کی ہیں وہیں علمائے اسلام کے چند بنیادی اہمیت کے حامل مخطوطات کو نہ صرف ایڈیٹ کیا بلکہ ان کے حاشیے بھی لکھے۔ قرآن، سیرتِ نبویؐ، اسلامی تہذیب و ثقافت، اس کی تاریخ و تمدن وغیرہ کے موضوعات پر بھی بہت کچھ لکھا، اس سلسلہ میں وہ کتب بھی بہت اہم ہیں جو کتب حوالہ یعنی (**Reference Works**) کہلاتی ہیں۔ ان میں

---

[1] بدقسمتی سے اس مضمون سے متعلقہ خط جس پر نام پتہ درج تھا، لاپتہ نہیں آسکا۔ صاحب مضمون کے نام کے بغیر ہی مضمون شائع کیا جا رہا ہے۔ صاحب مضمون توجہ فرمائیں۔ خیال ہے کہ یہ مضمون انڈیا سے آیا تھا۔ (ادارہ)

سرفہرست ہم انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کو رکھ سکتے ہیں جو انھی مستشرقین کی دین ہے۔

مغرب کی اس علمی برتری کا ایک روز نتیجہ یہ بھی سامنے آیا کہ اسلام سے متعلق جدید تصانیف اور تحقیقی مقالات، خاص کر عصر حاضر کی جامعات کے طلبہ اور اساتذہ کی جانب سے پیش کیے جانے والے مقالات، اِن مستشرقین کی تصانیف اور ان کی مرتب کردہ ریفرنس ورکس کے حوالہ جات سے بھری رہتی ہیں۔ برصغیر پاک و ہند اور بنگلہ دیش کی جامعات میں شعبہ اسلامیات ہو یا شعبہ اسلامی تاریخ، طلبا کو زیادہ تر انہی مستشرقین کی کتب سے استفادہ کی ترغیب دی جاتی ہے۔ بی۔اے، ایم۔اے اور ایم فل کے اسباق کی کتب کی سفارش کی جاتی ہے ان میں بھی اکثریت مستشرقین کی تصانیف کی ہوتی ہے۔ اس طرح اسلام کے مطالعہ کے اِن شوقین طلبا کو (اسلام اور اس کی تاریخ سمجھنے کے لیے) ٹیکسٹ بکس کے علاوہ مستشرقین ہی کی تصانیف سے متعارف کرایا جاتا ہے۔ اس طرح طلبا کا راست تعلق ان کتب اور ان کے مصنفین سے قائم ہوجاتا ہے اور طلبا ان کتب کو علم کے مستند ماخذ تصور کرنے لگتے ہیں۔

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام | انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ایک ایسی ہی منفرد کتاب ہے جس سے طلبا اور اساتذہ اور دیگر مصنفین بھی بھرپور استفادہ کرتے ہیں۔ اس مضمون میں انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کی تیاری و پیش کش میں برصغیر پاک و ہند اور بنگلہ دیش کے مسلم مصنّفین کے کردار کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔

یہ بات ابتدا ہی میں واضح رہنی چاہیے کہ اس کے مرتبین کے پیش نظر، انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے جدید ایڈیشن کی پہلی جلد کے دیباچہ کے بموجب، اس کتاب میں معروضی اور سائنسی نقطۂ نظر سے عالمِ اسلام کی تہذیب و تمدن، اس کی جغرافیائی حالات اور تاریخ کے میدانوں میں جو جدید تحقیقات سامنے آئی ہیں انھیں پیش کرنا ہے چنانچہ اس غرض کے لیے بیسویں صدی کے آغاز میں انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کی تیاری کے لیے بین الاقوامی اجتماعِ مستشرقین (انٹرنیشنل کانگریس آف اورینٹ لسٹس) نے ایک بین الاقوامی کمیٹی تشکیل دی۔ جس کی نگرانی میں انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے پہلے ایڈیشن کی پہلی جلد ۱۹۱۳ء میں اے جی برل، اورینٹل پبلشرز، لیڈن، ہالینڈ کی جانب سے شائع ہوکر منظرِ عام پر آئی۔

پہلا ایڈیشن انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کا پہلا ایڈیشن پانچ جلدوں اور ایک سپلیمنٹ پر مشتمل تھا۔ جو ۱۹۱۳ء سے لے کر ۱۹۳۸ء تک شائع ہوتا رہا۔ دوسری جلد ۱۹۲۷ء میں شائع ہوئی۔ چوتھی جلد ۱۹۳۴ء میں اور تیسری جلد، چوتھی جلد کے پیش کیے جانے کے دو سال بعد یعنی ۱۹۳۶ء میں شائع ہوئی۔ جب کہ اس کا سپلیمنٹ ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا۔

دوسرے ایڈیشن کے لیے اہتمام ۱۹۴۵ء کے لگ بھگ جب اس کا پہلا ایڈیشن ختم ہو گیا تو پھر دوبارہ ایک اور کمیٹی تشکیل دی گئی۔ جس کے تفویض یہ کام کیا گیا کہ وہ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کا جدید ایڈیشن مع اضافوں کے شائع کرے۔ چنانچہ دوسری جنگِ عظیم کے بعد چند مشہور مستشرقین پر مشتمل ایک اور بین الاقوامی کمیٹی تشکیل دی گئی جسے جولائی ۱۹۴۸ء میں پیرس (Paris) میں منعقدہ ۲۱ویں انٹرنیشنل کانگریس آف اورینٹ لسٹس کی منظوری بھی حاصل ہوئی۔ اس منظوری کے بعد کمیٹی نے باضابطہ طور پر اپنا کام شروع کیا۔

کمیٹی حسب ذیل مستشرقین پر مشتمل تھی:

1. H.A.R. Gibb, England
2. E. Levy Provencal France
3. Garcia Gomez, Spain
4. Gabrieli, Itali
5. Littmann, Germany
6. Schacht, Holland
7. Pederson, Denmark
8. Nyberg, Sweden

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کا پہلا ایڈیشن جرمنی، فرانسیسی اور انگریزی میں شائع کیا گیا تھا لیکن دوسری جنگ عظیم میں جرمنی کے رول کی وجہ سے دوسرے جدید ایڈیشن کے لیے جرمنی زبان کو اس میں شامل نہیں کیا گیا۔

پہلے ایڈیشن کی پہلی جلد کے لیے مجلس ادارت میں مندرجہ ذیل مستشرقین کو شامل کیا گیا:

1. M.Th. Houtsman, Holland
2. T.W. Arnold, England
3. Reve. Basset, France
4. R. Hartmann, Germany

مجلس ادارت کی اس کمیٹی کا نگران ہالینڈ کے پروفیسر Snoak Hourgronje کو مقرر کیا گیا۔

دوسری جلد کے لیے مجلسِ ادارت کی فہرست میں فرانس کے E. Levy Provencal اور جرمنی کے W. Heffening کے ناموں کا اضافہ کیا گیا جب کہ اس فہرست سے فرانس کے Reved Basset اور جرمنی کے R. Hartmann کے نام حذف کر دیے گئے۔ کمیٹی کے نگران کی حیثیت سے ہالینڈ کے A.J. Wensinck کو مقرر کیا گیا۔

تیسری اور چوتھی جلد اور سپلیمنٹ کے لیے مجلسِ ادارت ذیل کے مستشرقین پر مشتمل تھی:

1. A.J. Wensink 2. M.Th. Houtsman 3. W. Heffning

4. H.A.R. Gibb 5. E. Levy Provencal

پہلے ایڈیشن کی تمام جلدوں اور سپلیمنٹ کے لیے ایک Executive Board Of Editors ایگزیکٹو بورڈ آف ایڈیٹرز تشکیل دیا گیا جس کے لیے چار سیکرٹریز نامزد کیے گئے جن میں

1. Heffning 2. Bauer

3. Hartmann 4. Schade

شامل تھے۔ ان چاروں مستشرقین کی ان تھک کوششوں کی وجہ سے ۱۹۳۸ء میں انسائیکلوپیڈیا آف اسلام مکمل ہو کر پانچ جلدوں اور ایک سپلیمنٹ کی صورت میں شائع ہو سکی۔

دوسرے ایڈیشن کے لیے جو ایگزیکٹو کمیٹی تشکیل دی گئی اس کے ممبروں میں ذیل کے مستشرقین کو شامل کیا گیا:

1. H.A.R. Gibb 2. E. Levy Provencal

3. Schacht 4. S.M. Stern

ایچ۔ اے۔ آر گب کو اس کمیٹی کا نگران مقرر کیا گیا۔

صرف عیسائی اور یہودی مصنفین | انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے پہلے ایڈیشن کی تمام جلدوں کی مجلسِ ادارت کے ناموں اور دوسرے ایڈیشن کے لیے قائم کی گئی انٹرنیشنل کمیٹی اور ایگزیکٹو کمیٹی میں شامل ممبران کے ناموں پر جو اُوپر پیش کیے گئے ہیں، ایک نگاہ ڈالنے سے اس بات کا

پتہ چلتا ہے کہ مجلسِ ادارت اور دیگر کمیٹیوں میں صرف عیسائی اور یہودی مستشرقین شامل رہے ہیں۔ بلکہ S.M. Stern اور E. Levy Provencal جیسے یہودی مستشرقین کو مجلسِ ادارت کے سیکرٹریز کی اہم ترین ذمہ داریاں بھی سونپی گئیں۔ اِن تمام کمیٹیوں اور مجلسِ ادارت میں عالمِ اسلام سے ہمیں کوئی مسلمان مصنف نظر نہیں آتا۔ جب نئے ایڈیشن کی ایگزیکٹو کمیٹی کا اعلان کیا گیا تو بعض نامور مسلم مصنفین اور دانشوروں کی جانب سے احتجاج کیا گیا کہ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کی تیاری میں مسلمانوں کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں دوسرے نئے ایڈیشن کے لیے قائم کی گئی ایگزیکٹو کمیٹی کے نگران ایچ۔اے۔آر۔گب کو مسلمانوں کے مختلف حلقوں کی جانب سے خطوط لکھ کر انہیں اس جانب متوجہ کیا گیا۔ اس کے علاوہ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے پبلشرز ای۔جی۔برل کو بھی توجہ دلائی گئی۔ ۱۶ ستمبر ۱۹۵۵ء کو جب انٹرنیشنل کمیٹی آف انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کا ایک اجلاس کوپن ہیگن میں منعقد ہوا۔ اس موقع پر مسلم مصنفوں کی جانب سے احتجاج کیا گیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے دوسرے ایڈیشن کی پہلی جلد جب ۱۹۶۰ء میں شائع ہوئی تو اس کی ایگزیکٹو کمیٹی کے ایسوسی ایٹ ممبران میں چند مسلمان مصنفین کو شامل کیا گیا جس کی تفصیلات ذیل میں پیش کی جا رہی ہیں۔

مسلمان مصنفین کا اضافہ

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے نئے ایڈیشن کی پہلی جلد کے لیے مقرر کی جانے والی مجلسِ ادارت کے ممبروں کی کُل تعداد چار تھی جن میں حسبِ ذیل حضرات شامل تھے۔

1. H.A.R. Gibb
2. J.H. Kramers
3. E. Levy Provencal
4. J. Schacht

نائب مدیران کی حیثیت سے ذیل کے اصحاب کو لیا گیا۔

1. S.M. Stern 2. B. Lewis 3. Ch. Pellat
4. J. Schacht

مجلسِ ادارت کے سیکرٹری جنرل کی حیثیت سے S.M. Stern کا انتخاب عمل

میں لایا گیا۔ سیکرٹری جنرل کے علاوہ دگو اور سیکرٹریز C. Dumont R.M. Savory کو بھی نامزد کیا گیا۔

ایگزیکٹو کمیٹی | ایگزیکٹو کمیٹی میں ۱۹ مستشرقین کو شامل کیا گیا، جن کی فہرست حسب ذیل ہے۔

1. A. Abel University Of Brussels
2. C.C. Berg, University Of Leiden
3. F. Gabrieli, University Of Rome
4. E. Garcia Gomez, University Of Madrid
5. H.A.R. Gibb Harward University
6. J.H. Kramers
7. E. Levy Provencal, University Of Par
8. G. Levi Edlla Vida
9. B. Lewis, University Of London
10. E. Littmann, University Of Tubingen
11. H. Masse, Ecole Des Langues Orientales Paris
12. G.G. Miles, New York
13. H.S. Nyberg, University Of Uppsala
14. R. Paret, University Of Tubingen
15. Ch. Pellat, University Of Paris
16. J. Pedjerson, University Of Copenhagen
17. N.W. Posthumus
18. J. Schacht, Colombia University New York
19. F.C. Wieder

مزید توسیع | ایگزیکٹو کمیٹی کے ان ممبروں کے علاوہ اس کمیٹی کے ۱۱ ایسوسی ایٹ ممبرز اور

دو اعزازی ممبرز بھی نامزد کیے گئے جن کے نام اس طرح ہیں۔

ایسوسی ایٹ ممبرز:

1. H A. Abdul Wahab, Tunis
2. A. Adnan Advar, Istanbul
3. Hussain Djajadi Ningrat
4. A.A.A. Fyzee, University Of Jummu & Kashmir
5. F. Fuad Koprula, Ankara
6. Ibrahim Madkour
7. Khalil Madam Bey
8. Naji Ali Asil
9. Muhammad Shafi, University Of Punjab Lahore
10. Hasan Tanghizade
11. E. Tyan, Beirut

اعزازی ممبرز:۔

1. G. Levi Della Vida
2. E. Littmann

نئے ایڈیشن کی مختلف جلدیں نئے ایڈیشن کی پہلی جلد ۱۹۶۰ء میں شائع ہوئی اور اس کی دوبارہ اشاعت ۱۹۶۷ء میں ہوئی۔ پہلی جلد صرف A-B پر مشتمل تھی۔

نئے ایڈیشن کی دوسری جلد جو G – E پر مشتمل ہے ۱۹۶۵ء میں شائع ہوئی، جس کو حسب ذیل مستشرقین نے ایڈٹ کیا۔

1. B. Lewis 2. Ch. Pellat 3. J. Schacht

مجلس ادارت کے سیکرٹریز کے لیے 1. J. Burton 2 C. Dumont 3. V.L. Manage کو نامزد کیا گیا۔

جب کہ نئے ایڈیشن کی پہلی جلد کی ایگزیکٹو کمیٹی کے ممبروں میں صرف دو نئے ممبروں کا اضافہ کر کے اُسی کمیٹی کو دوسری جلد کے لیے بھی برقرار رکھا گیا۔ نئے ممبروں میں B. Lewin اور T. Lewicki کو شامل کیا گیا۔ ایسوسی ایٹ ممبروں میں جن نئے ناموں کا اضافہ کیا گیا اُن میں

1. A.S Bazmee Ansari
2. Mustafa Al Shihabi

شامل ہیں۔

اعزازی ممبر وہی تھے جو پہلی جلد کے لیے مقرر کیے گئے تھے۔

نئے ایڈیشن کی تیسری جلد جو ہ–و پر مشتمل ہے اُس کی مجلس ادارت میں

1. V.L. Menage 2. B. Lewis 3. J. Schacht

اور Ch. Pellat کو شامل کیا گیا۔ جب کہ C. Dumont کو سیکرٹری جنرل اور E. Van Donze و G.R. Hawating کو مجلس ادارت کا سیکرٹریز مقرر کیا گیا۔ اس کی ایگزیکٹو کمیٹی میں کسی نئے نام کا اضافہ نہیں کیا گیا۔ البتہ ایسوسی ایٹ ممبروں میں صرف ایک نئے ممبر Halil Inalcik کا اضافہ کیا گیا جب کہ اس کے اعزازی ممبر سابقہ ممبر ہی برقرار رہے۔

چوتھی جلد جو ی - K پر مشتمل ہے ۱۹۷۸ء میں شائع ہو کر منظر عام پر آئی۔ اس دوران انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کی دوسری اور تیسری جلدوں کی مجلس ادارت اور ایگزیکٹو کمیٹی کے ممبرز اور ایسوسی ایٹ ممبرز میں سے کئی ایک انتقال کر گئے۔ اس لیے اس چوتھی جلد کے لیے تقریباً سب ہی نئی کمیٹیاں تشکیل دی گئیں۔ اس جلد کی مجلس ادارت میں جو نام شامل ہیں وہ یہ ہیں:

1. E. Van Donzel 2. B. Lewis
3. Ch. Pellat I-K

جنرل سیکرٹری کے لیے C. Dumont اور سیکرٹریز کے لیے G.R. Mawting اور Miss M. Paterson کو نامزد کیا گیا۔

اس جلد کے لیے حسب ذیل مستشرقین پر مشتمل ایگزیکٹو کمیٹی تشکیل دی گئی ۔

1. C.E. Bosworth
2. J.J.P. Debriyn
3. Cl. Cohen
4. Evan Donzel
5. J. Van Ess
6. R. Etting Hausen
7. F. Gabrieli,
8. E. Garcia Gomez
9. G. Lecmte
10. T. Lewicki
11. B. Lewis
12. B. Lewin
13. FR. Meier
14. V.L. Menaga
15. R. Paret
16. J. Pedersen
17. C.C. Berg
18. Ch. Pellat
19. F.C. Weider

کمیٹی کے ایسوسی ایٹ ممبرز میں حسب ذیل نام شامل ہیں:

1. Naji Al Asil
2. A.S. Bazmee Ansari
3. A.A.A. Fyzee
4. Halil Inalcik
5. Abd El-Aziz Khoweitir
6. Ibrahim Madkour

7. G.H. Nasr
8. M. Talbi
9. E. Tyan

پانچویں جلد ابھی تک مکمل نہیں ہوئی ہے حالانکہ اس کے کئی Fasciculus شائع ہو چکے ہیں۔

نیا ایڈیشن اور مسلمان مصنفین نئے ایڈیشن کی چاروں جلدوں کی مجلس ادارت اور تمام کمیٹیوں کے ارکان کی فہرست کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف ایگزیکٹو کمیٹی کے ایسوسی ایٹ ممبرز میں چند مسلمان مصنفین کو شامل کیا گیا ہے جب کہ مجلسِ ادارت اور مجلسِ ادارت کے سیکرٹری جنرل اور سیکرٹریز کی ذمہ داریاں ہنوز عیسائی اور یہودی مستشرقین ہی کے ہاتھوں میں برقرار ہیں۔ یہاں تک کہ ایگزیکٹو کمیٹی میں بھی صرف عیسائی اور یہودی مستشرقین ہی کو شامل کیا گیا ہے۔ ایسوسی ایٹ ممبران میں برصغیر ہند و پاک سے جو نام شامل کیے گئے ہیں، اُن کی فکر و نظر اور وفاداریاں اہلِ نظر سے ڈھکی چھپی نہیں ہیں۔

اس جائزہ کے بعد اب ہم یہ دیکھیں گے کہ نئے ایڈیشن کی چاروں جلدوں میں جو مضامین شائع کیے گئے ہیں اُن میں برصغیر سے کتنے مسلمان مصنفین کے مضامین شاملِ اشاعت ہیں اور ان کی نوعیت کیا ہے۔ اس سے اس بات کا اندازہ ہو سکے گا کہ ان مضامین کو قبول کرنے اور انہیں اشاعت کے لیے انسائیکلوپیڈیا میں شامل کرنے کا بنیادی مقصد کیا ہے۔

پہلی جلد کے مسلمان مصنفین نئے ایڈیشن کی پہلی جلد ۱۳۵۹ صفحات پر مشتمل ہے جس میں ۳۴۵ مصنفین کے مضامین شامل کیے گئے ہیں جن میں چودہ ۱۴ مسلمان مصنفین کے ہیں جو برصغیر میں پاک و ہند اور بنگلہ دیش سے تعلق رکھتے ہیں۔

ہندوستان سے پروفیسر محمد حبیب (مرحوم)، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، پروفیسر ایس۔ مقبول احمد، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی (حال مقیم جموں اینڈ کشمیر یونیورسٹی)، پروفیسر خلیق احمد نظامی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، پروفیسر سید نورالحسن، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی (حال مقیم دہلی یونیورسٹی)، محمد نظام الدین، عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد دکن اور ایچ۔ کے۔ شیروانی حیدر آباد، دکن کے مضامین شاملِ اشاعت ہیں۔ پاکستان سے

جن مصنفین کے مضامین شامل ہیں اُن میں پروفیسر یار محمد خاں سندھ یونیورسٹی، پروفیسر محمد شفیع پنجاب یونیورسٹی لاہور، ڈاکٹر فضل الرحمٰن، سنٹرل انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک ریسرچ کراچی (حال مقیم یو ایس اے) اے ۔ ایس ۔ بزمی انصاری، سنٹرل انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک ریسرچ اور شاہ عنایت اللہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور شامل ہیں ۔ بنگلہ دیش سے ڈھاکہ یونیورسٹی کے پروفیسر محمد عبدالحی اور اے ایچ دانی (حال مقیم پاکستان) کے علاوہ بنگالی اکیڈیمی، ڈھاکہ کے محمد انعام الحق شامل ہیں ۔

دوسری جلد کے مسلمان مصنفین دوسری جلد ۱۱۴۶ صفحات پر مشتمل ہے ۔ جس میں ۴۶۷ مصنفین کے مضامین شامل کیے گئے ہیں ۔ برصغیر سے تیرہ ۱۳ مسلمان مصنفین کے مضامین شاملِ اشاعت ہیں، جن میں ہندوستان سے پروفیسر عرفان حبیب، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، پروفیسر ہادی حسن، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، پروفیسر ایس مقبول احمد، پروفیسر خلیق احمد نظامی، محمد نظام الدین اور ایچ ۔ کے شیروانی شامل ہیں

پاکستان سے جن مصنفین نے اپنے مضامین کے ساتھ شرکت کی ہے، ان میں اے ایس ۔ بزمی انصاری اے ۔ ایچ دانی، پروفیسر اشتیاق حسین قریشی، مرحوم کراچی یونیورسٹی، فضل الرحمٰن، ریاض الاسلام، کراچی یونیورسٹی اور پروفیسر محمد شفیع شامل ہیں ۔ جب کہ بنگلہ دیش سے صرف پروفیسر محمد عبدالحی کا مضمون شامل کیا گیا ہے ۔

تیسری اور چوتھی جلد کے مسلمان مصنفین تیسری اور چوتھی جلدیں بالترتیب ۱۲۷۰ اور ۱۱۸۵ صفحات پر مشتمل ہیں ۔ تیسری جلد کے لیے ۳۱۲ اور چوتھی جلد کے لیے ۳۳۴ مصنفین کے مضامین شامل اشاعت ہیں ۔ تیسری جلد کے لیے ہند و پاک سے گیارہ ۱۱ مسلمان مصنفین کے مضامین شامل کیے گئے ہیں اور چوتھی جلد کے لیے ہندوستان سے تین ۳ اور پاکستان سے چھ ۶ مسلمان مصنفین کے مضامین شاملِ اشاعت ہیں ۔ جب کہ ان دونوں جلدوں میں بنگلہ دیش سے کوئی نمائندگی نہیں ہے ۔

تیسری جلد کے لیے ہندوستان سے اے ۔ اے فیضی، کشمیر یونیورسٹی، مجیب الحسن کشمیر یونیورسٹی ایم شمعون اسرائیلی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۔ ایس ۔ مقبول احمد ایم اے ۔ سعید خاں عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد دکن، پروفیسر خلیق احمد نظامی ۔ مُنیب الرحمٰن، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، ایس اے ۔ اے رضوی، الٰہ آباد کے مضامین اشاعت کے لیے منظور کیے گئے ہیں ۔ پاکستان سے اے ایس بزمی انصاری، اے ۔ بی ۔ ایم حبیب اور پروفیسر اشتیاق حسین قریشی شامل ہیں ۔

چوتھی جلد کے لیے ہند و پاک سے جن مصنفین کے مضامین شاملِ اشاعت ہیں ان میں سید مقبول احمد، اے۔ ایس۔ بزمی انصاری، این اے بلوچ، اسلام آباد، پاکستان، ایم۔ عبداللہ چغتائی، لاہور، ایم معین الحق، کراچی، مجیب الحسن (حال مقیم علی گڑھ)، ریاض الاسلام، عبدالسبحان کلکتہ اور آئی۔ ایچ۔ صدیقی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ شامل ہیں۔

(باقی)

(بقیہ الموازنہ فی الاصول القانون)

تشکیل وتدوین کی غرض اور اہمیت بیان کرتا ہے۔ یہ عوام کے حوالے سے افادیت سامنے لاتا ہے۔ ملکی مقننہ بعد ازاں اس افادیت کو جدید انداز سے قانون کی شکل دیتی ہے اور اس کی پابندی عوام کے لیے لازمی نہیں ہے۔ اصولِ قانون کی پابندی عوام کے لیے لازمی نہیں ہے جب کہ قانون کی پابندی عوام کے لیے ضروری ہے۔ اصولِ قانون کا مقصد تو صرف قانون کے لیے بنیاد فراہم کرنا ہے اور اس بنیاد پر قانون بعد میں وجود میں آتا ہے۔

رسائل و مسائل

مختلف سوالات

شیخ الحدیث مولانا عبدالمالک صاحب۔ ناظم شعبۂ استفسارات

سوالات: چند سوالات میرے ذہن میں اُمڈ آئے ہیں اور بڑی بے کلی ہوئی ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ قرآن و سنت کی روشنی میں مدلل جواب مرحمت فرمائیں تاکہ میرے دل کو تسلی ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر وسوسہ سے اپنی پناہ میں رکھے۔ اور ہمیں صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین۔

۱۔ ایک قاتل جو ایک مسلمان کو عمداً قتل کر دیتا ہے اور دنیاوی عدالت سے پھانسی کی سزا پا لیتا ہے۔ یہ تو دُنیاوی سزا ہوئی۔ کیا آخرت میں بھی اس کو سزا دی جائے گی؟ کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قاتل کی بخشش نہ ہو گی۔ کیا اُس کی نمازِ جنازہ جائز ہے؟

۲۔ یہاں ایک سعودی ریڈیو کو سنتے ہوئے سوال پیدا ہوا کہ ایک شخص جو رمضان شریف میں روزے رکھتا ہے لیکن مہینہ ختم ہونے سے قبل وہ انتقال کر جاتا ہے یعنی فوت ہو جاتا ہے تو کیا اس کی جانب سے کوئی اس کا بھائی یا قریبی رشتہ دار باقی کے روزے رکھے اور کس طرح اُس مرحوم کو بخشے؟ کیا مرحوم کے لیے قرآن شریف پڑھ کر بخش سکتے ہیں؟

۳۔ ہم اپنے معاشرے میں اپنے آپ کو فخریہ طور پر سنی (حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی) اہلِ حدیث اور شیعہ حضرات نہ جانے کیا کیا کہتے ہیں۔ اور اُن میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہی سیدھے راستے پر ہے۔ لیکن کوئی اپنے آپ کو صرف مسلم کہلوانا پسند نہیں کرتا۔ حالانکہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں مسلم یا مومن کہا ہے۔ سورہ آلِ عمران آیت نمبر ۱۸

اور آیت نمبر ۸۵ - اور موجودہ حالات کو مدِ نظر رکھ کر قرآن و حدیث کا صحیح فیصلہ مرحمت فرمائیں۔

کیا ہم مسلم ہی اچھے لگتے ہیں یا پیوندی مسلم۔ مجھے اُمید ہے کہ آپ مدلل جواب دیں گے۔

جواب :- یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ آپ فرقہ واریت سے بالاتر رہ کر ایک مسلمان کی حیثیت سے زندگی گزارنا چاہتے ہیں۔ حنفی، شافعی وغیرہ فرقے نہیں ہیں علمی حلقے ہیں۔ انہیں "علمی حلقوں" کی سطح تک رکھنے میں تو کوئی حرج نہیں۔ جیسے علی گڑھ کے فارغ التحصیل کا اپنے آپ کو "علیگ" لکھنا، "ندوہ" سے کے فارغ التحصیل کا اپنے آپ کو "ندوی" لکھنا قابلِ اعتراض نہیں ہے۔ اسی طرح امام ابو حنیفہؒ کے علمی مدرسہ سے منسلک ہونے والا اپنے آپ کو حنفی کہہ سکتا ہے۔ لیکن اس سے آگے بڑھ کر تحزب اور تعصب میں مبتلا ہونا اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔ اور "ھو سماکم المسلمین" (اس نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے) کے بھی منافی ہے۔ اس تمہید کے بعد آپ کے سوالوں کا جواب درج ذیل ہے۔

۱- ظلماً قاتل دُنیاوی سزا کے ساتھ اُخروی سزا کا بھی مستحق ہے۔ لیکن اگر وہ خدا کی خشیت اور اُخروی سزا کے خوف کے تحت اپنے آپ کو خود رضا کارانہ طور پر قصاص کے لیے پیش کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اُمید ہے کہ "قصاص" دُنیوی اور اُخروی دونوں سزاؤں کی جگہ لے لے۔ ہاں اگر قاتل میں احساسِ گناہ اور توبہ کا جذبہ پیدا ہی نہ ہو تو دُنیوی سزا اُسے اُخروی سزا سے نہیں بچا سکتی۔

"قتل" "حقوق العباد" سے تعلق رکھتا ہے۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت کے روز سب سے پہلے "خون" کے مقدمات کا فیصلہ کیا جائے گا۔

"اول ما یقضی بین الناس یوم القیامۃ فی الدماء (متفق علیہ)

(مشکوٰۃ کتاب القصاص)

البتہ قتل کی اُخروی سزا ابدی نہیں ہے بلکہ بالآخر ختم ہوگی اور قاتل بھی جنت میں جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذالک لمن یشاء" (سورۃ النساء آیت نمبر ۴۸)

(بالیقین اللہ اپنے ساتھ شرک کرنے والے کی بخشش نہیں کرے گا۔ اور اس کے علاوہ جسے چاہے گا بخش دے گا)

سورۂ نساء آیت نمبر ۹۳ میں جو سزا بیان کی گئی ہے "کہ جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے گا اور اس کی سزا جہنم ہے۔ وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اُس پر اللہ کا غضب ہوگا اور اللہ اس پر لعنت کرے گا اور اس نے ان کے لیے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے" کا مطلب یہ ہے کہ سزا اتنی لمبی ہوگی کہ اسے ہمیشہ کے عذاب سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں۔ اگر کوئی قاتل ایسا ہو کہ اس کی نیکیاں ہوں تو وہ مقتول کو دے دی جائیں گی اور پھر اس کے پاس نیکیاں نہ بچیں تو اس کی خطائیں اس کے پلڑے ڈال دی جائیں گی اور پھر اُسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ یہ مضمون نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مفلس کی تشریح کرتے ہوئے بیان فرمایا۔ بہر حال اللہ تعالیٰ ظالم کو اس کے ظلم کی سزا بھی دے گا اور اس کی نیکیوں کا بدلہ بھی۔

فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرًا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرًا یرہ"۔

قاتل کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، البتہ ممتاز شخصیات نماز جنازہ میں شرکت نہ کریں۔

۲ ــــ ایک شخص رمضان میں فوت ہوگیا اور بیماری کی وجہ سے روزے نہ رکھ سکا تو اس کی طرف سے روزوں کی قضا نہیں ہے۔ اور فدیہ بھی نہیں ہے کیوں کہ اس پر روزے فرض ہی نہیں ہوتے تھے۔

۳ ــــ قرآنِ پاک پڑھ کر اس کا ثواب پہنچانا جائز ہے البتہ مروجہ رسمی اور نمائشی طریق سے ختم قرآن کرانا اور پڑھنے والوں کو اجرت دینا ایسی چیزیں ہیں جن کی اصلاح ہونی چاہیے۔

مطبوعات

ECONOMIC SYSTEM OF ISLAM

انگریزی ترجمہ از پروفیسر ریاض حسین - ایم - اے -

اصل اُردو تصنیف : از مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ -

مرتب کردہ : پروفیسر خورشید احمد ، سینیٹر - ناشر : اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ ، ۱۳-ای شاہ عالم مارکیٹ لاہور

بہت بڑا کام جو کئی برس سے ہمارے سامنے ہے اور ضرورت کے مقابلے میں مدھم رفتار سے آگے بڑھ رہا ہے وہ مولانا مودودیؒ کی کتابوں اور تحریک اسلامی کے لٹریچر کے انگریزی ترجمے کا کام ہے - اس کے بغیر نہ تو اندرونِ مُلک ہم اُردو ناآشنا ذہین طبقوں اور حکام اور افسروں کے طبقوں تک اپنی بات پہنچا سکتے ہیں ، نہ اس مغربی دُنیا کو اپنی اسلامی فکر سے آگاہ کر سکتے ہیں جس کے اختیار کردہ نظریات کے خلاف ہم معرکہ آرا ہیں - بلکہ انگریزی لٹریچر کی ضرورت خود عالمِ اسلام کے بھی ایک بڑے حصے میں ہے - خصوصاً معاشیات کا موضوع جس سے اس کتاب کا تعلق ہے اسے بہت پہلے انگریزی زبان میں آ جانا چاہیے تھا -

اس کام کے لیے سرمایے کی مشکل کے علاوہ بڑا مسئلہ مردانِ کار کا ہے - پاکستان میں اس صلاحیت کے اصحاب بہت زیادہ نہیں ہیں جو اُردو سے انگریزی میں اچھا ترجمہ کر سکیں - پھر ہماری دسترس کا دائرہ محدود ہے - جن چند اصحاب نے ترجمے کا یہ کام کیا ہے اور اب کر رہے ہیں ان میں سے ایک شخصیت جواں سال پروفیسر ریاض حسین صاحب کی بھی ہے -

اصل کتاب جسے اُردو میں وسیع التعداد قارئین نے پڑھا ہے ، کسی تعارف کی محتاج نہیں - اس میں معاشیات کے بالکل ابتدائی اسلامی اصولوں سے لے کر ملکیت ، زمینداری و مزارعت ، محنت کاروں کے حقوق اور بینکنگ بلاسود تک کے بہت سے مباحث شامل ہیں -

اس کتاب کا انگریزی ترجمہ کرا کے اسلامک پبلیکیشنز نے ایک اچھی خدمت انجام دی ہے۔ جہاں تک مترجم کے کام کا تعلق ہے، میرے لیے یہ تو ممکن نہیں ہوا کہ متن اور ترجمہ کو جملہ بہ جملہ اور لفظ بہ لفظ دیکھ کر پوری پوری جانچ پرکھ کر سکوں، البتہ اس کے بعض حصوں کو پڑھنے سے یہ تاثر ہوا کہ مغربی اہل قلم کی سطح کو چھوڑ کر اگر پاکستانی ترجموں کے مروجہ معیارات کو سامنے رکھا جائے تو پروفیسر صاحب کا متوسط کام خاصا قابل قدر ہے۔ وہ پہلے بھی کچھ کام کرتے رہے ہیں اور آگے کے لیے بھی عزائم رکھتے ہیں یقیناً وہ روز بروز ترقی کریں گے۔

PARTNERSHIP AND PROFIT-SHARING IN ISLAMIC LAW	از ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی، شعبۂ اقتصادیات، کنگ عبدالعزیز یونیورسٹی، جدہ۔ ناشر: اسلامک فاؤنڈیشن، ۲۲۳ لندن روڈ، لائسسٹر (LICESTER) یو۔کے۔ کاغذ، طباعت، سرورق

نہایت خوبصورت، صفحات: ۱۱۱، قیمت درج نہیں۔

ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی ہمارے ان چند ماہرینِ معاشیات و مالیات میں سے ہیں جنہوں نے جدید ترین مسائل کو اسلامی قانون و احکامِ فقہ کی روشنی میں نئی تعبیر دینے کی کوشش کی ہے۔ مثلاً بلاسود بنک کاری پر انہوں نے ابتدائی کام کو خاصا آگے بڑھا کر نئے راستے کھول دیے ہیں۔ زیرِ نظر کتاب "اسلامی قانون میں شرکت و مضاربت" بھی دراصل اسی مقصد کے لیے لکھی گئی ہے کہ بلاسود بنک کاری کے لیے سرمایے کو استعمال کرنے اور کاروباری سرگرمی کو بڑھانے کے وہ راستے واضح ہو سکیں جو اسلام سے مطابقت رکھتے ہوں۔

ڈاکٹر صاحب کی کتابیں میں نے اردو میں بھی شوق سے پڑھیں۔ اور اب خوبصورت انگریزی میں بھی انہیں دیکھنے کا موقع ملا۔ انہوں نے جدید مسائل و ادارات کی بحثوں کے بالمقابل جس مہارت سے اسلامی قانون و فقہ کے اقتصادی، تجارتی اور مالیاتی احکام چاروں مکاتبِ فکر کی طرف سے پیش کیے ہیں، یہ ایک قابلِ تحسین مفید کام ہے۔

مگر اصل مسئلہ ابھی ایک طرف پڑا ہے۔ جس کے چند اجزا ہیں۔ ایک یہ کہ مضاربت کے لیے فرد کسی دوسرے فرد کو سرمایہ تفویض کر کے کس بنیاد پر اس کی صحیح و سالم واپسی کا یقین کر سکتا ہے جب کہ خسارے کی ذمہ داری صاحبِ سرمایہ پر ہے۔ اور نالائقی یا جان بوجھ کر خسارہ پیدا کرنے کا اختیار کاروباری شخص

کے پاس ہے۔ افراد کا معاملہ چھوڑ یئے، ایک بنک سیکڑوں افراد اور اداروں کو سرمایہ فراہم کرنے کے بعد ان کی واپسی کا اطمینان کس طرح کر سکتا ہے۔ معاملہ صرف نگرانی ہی کا نہیں، حساب کتاب، مارکیٹ ریٹس کی روشنی میں کم و بیش خرید و فروخت کا بھی ہے اور کرایہ، تشہیر، آرائش اور تواضع وغیرہ مصارف کے ناپ تول کا بھی۔

ضرورت صرف فقہی احکام کی نہیں، ایک نئے میکنزم کی ہے جس میں خیانت اور خسارے کے رخنوں کو زیادہ سے زیادہ حد تک بند کیا گیا ہو۔ اس دور میں پیدا ہونے والے زیادہ پیچیدہ کاروباری و مالیاتی ادارات کے لیے اب سابق فقہی فیصلوں کی روشنی میں اسلامی اصول و احکام پر مبنی نئے اجتہادی فیصلوں کی ضرورت ہے۔ اس بڑے کام میں اگر ہمارے قدم ٹھٹکیں گے تو دنیا کے مالیاتی و کاروباری نظام کو نئی بنیادوں پر استوار کرنے کا انقلابی کام نہیں ہو سکے گا۔ سرمایہ کاری کے لیے اگر نئی اطمینان بخش راہیں ہم نہ نکال سکے تو کروڑوں اربوں روپے لوگ محض قرض حسنہ جاری کرنے کے لیے بنکوں کے حوالے نہ کر سکیں گے۔

کیا ہم اُمید رکھیں کہ ڈاکٹر صاحب کا مسافرِ قلم فکر کی نئی وادیوں کا رُخ کرے گا؟

کتاب الحج والزیارۃ | تالیف: سید محمد عبدالعزیز شرقی۔ ناشر: مکتبہ پیام اسلام، بیرون بوہڑگیٹ ملتان۔ قیمت: درج نہیں۔ کاغذ طباعت خوب۔

آج کل زمانۂ حج سامنے ہے، مسافرانِ حرم روانہ ہو رہے ہیں۔ اس زمانہ میں عازمینِ حج کے لیے کچھ لٹریچر حج کے لیے پڑھ لینا ضروری ہوتا ہے۔ اور اس سلسلے میں بہت سی کتابیں مفصل بھی اور مختصر بھی موجود ہیں جن میں سے ہر ایک کا ایک خاص رنگ ہے۔ شرقی صاحب دین اور سرزمینِ حجاز اور حرمین اور حج کے لیے جو گہرے جذبات رکھتے ہیں۔ انہی کی وجہ سے ان کی یہ مختصر کتاب اہم ہے۔ انہوں نے ایک فصل تاریخ و فلسفہ حج پر لکھی ہے۔ ایک مفید عنوان "آدابِ سفرِ حج" کا ہے۔ (جس میں ضروری دعائیں بھی ہیں) پھر مقامات و اصطلاحاتِ حج پر گفتگو ہے۔ بعد ازاں عمرہ اور حج ادا کرنے کا طریقہ درج ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ حجۃ الوداع شاملِ کتاب ہے اور اختتامی موضوع "مدینہ منورہ" ہے۔ پھر جابجا شرقی صاحب

کے شاعرانہ جذبات کی گل فرشیاں اور جواہر ریزیاں ہیں۔

فیوض الحرمین نتیجۂ فکر جناب سید محمد عبدالعزیز شرقی۔ ناشر: مکتبۂ پیامِ اسلام بیرون لوہاری دروازہ ملتان شہر۔ کاغذ و طباعت اعلیٰ؛ جلد مع خوبصورت ڈائی۔ صفحات: ۱۴۸۔ قیمت نامعلوم۔

یہ مجموعۂ حمد و نعت سید عبدالعزیز شرقی کی شعری کاوشوں کا آئینہ دار ہے۔ شرقی صاحب کا یہی خاص میدانِ کلام ہے۔ بطور تبرک دو تین شعر درج کئے جاتے ہیں:

الفاظ کی دنیا تنگ ہوئی اور عقل و خرد بھی دنگ ہوئی
جو دیکھتا ہوں میں، کیسے کہوں، سبحان اللہ سبحان اللہ

آؤں ترے در پر پھر دعا، چوموں تری چوکھٹ آنکھوں سے
سجدے ہی کروں، تسبیح پڑھوں، سبحان اللہ سبحان اللہ

بندگی کی سرحدوں سے آ ملی دیوانگی ایک کی ہے انتہا اور ایک کا آغاز ہے
ہے نگوں ساری ہی یاں رازِ عروجِ زندگی جتنا اس در پر جھکا، اتنا ہی سرافراز ہے

ہر موجِ ہوا آتی ہے یاں باغِ ارم سے ہر ذرہ مدینے کا مری آنکھ کا تارا
اے مسجدِ عالی! تری رونق پہ ہوں قرباں اے گنبدِ خضرا! ترے جلووں پہ فدا ہوں
آتی ہے صدا مجھ کو مصلائے نبیؐ سے چوم! کہ ہی محبوب کا نقشِ کفِ پا ہوں

شرقی صاحب کی اس پاکیزہ شاعری کی روح والہیت ہے۔ حقیقی جذبات کو سادگی سے بیان کر کے حسن پیدا کیا ہے۔

۱؎ اگرچہ دونوں کتابیں محب و مشفق شرقی صاحب نے جذبۂ اخلاص کے ساتھ مجھے ہدیہ کی تھیں، مگر اظہارِ تشکر کی ایک صورت یہ ہے کہ میں نے ان کا مختصر تعارف کرا دیا ہے۔ (ن۔ ص)

HIJRA انگریزی تالیف از زکریا بشیر۔ ناشر: اسلامک فاؤنڈیشن، ۲۲۳، لندن روڈ، لائسسٹر (LE2 1ZE U.K) طباعتی معیار نہایت اچھا۔ صفحات: ۱۱۰۔ قیمت درج نہیں

ہجرت کی داستان اور اس کی معنویت۔ دونوں پہلوؤں سے نہایت اچھی تحریر ہے مستشرقین نے ہجرت کو دو غلط مفہوم دیئے ہیں: ایک یہ کہ یہ ایک طرح کا فرار (FLIGHT OR WITHDRAWAL) تھا۔ دوسرے یہ کہ مدینہ کے سرداران اوس وخزرج آپ کو صرف اس بنا پر لے گئے تھے کہ باہمی جنگ وجدل سے نجات پانے کے لیے آپ کو حکم بنا سکیں۔ ان دونوں غلط تصورات کی مدلل تردید کرتے ہوئے یہ واضح کیا گیا ہے کہ ہجرت کا اقدام نظریاتی یا سیاسی اور تمدنی لحاظ سے ایک مثبت عمل تھا۔ ایک بحث دارالاسلام اور دارالحرب کی کی گئی ہے، مگر یہاں ایک اور اصطلاح کو بھی لیا جانا چاہیے تھا اور وہ ہے دارالکفر۔ اس کتاب کی ایک اہم وسیع بحث منافقین کے بارے میں ہے۔ مختصر یہ کہ یہ بہت قابلِ قدر کتاب ہے۔

بازارِ رشوت تصنیف: منشی عبدالرحمٰن خان۔ ناشر: صدیقی ٹرسٹ، نسیم پلازا، نشتر روڈ، کراچی نمبر ۵۔ قیمت: ۱۲/- روپے۔

رشوت کے موضوع پر ایک جامع مقالہ (THESIS) ہے۔ رشوت کیا ہوتی ہے، کن کن شکلوں میں اس کا چلن ہے، مختلف شعبہ ہائے کار میں اس کا دخل کیسی کیسی صورتوں میں ہے، قرآن وحدیث کی رُو سے رشوت کتنا بڑا گناہ ہے اور آخر میں یہ بحث کہ اس کے انسداد کی مؤثر صورتیں کیا ہوسکتی ہیں۔ یہ کتاب دفتری، کاروباری اور معاملاتی امور میں اصلاح کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

منشی عبدالرحمٰن صاحب جانے پہچانے مصنف ہیں اور دینی نقطۂ نظر سے معاشرے کی مختلف خرابیوں کا خاتمہ چاہتے ہیں۔

مولانا جان محمد بھٹو (مرحوم) | شخصیت، خدمات اور تاثرات - مرتبہ: محمد موسیٰ بھٹو۔

ملنے کا پتہ: سندھ نیشنل اکیڈمی۔ پوسٹ بکس نمبر ۲۵۸۔ حیدرآباد۔ متوسط طباعتی معیار۔ صفحات: ۳۰۷

قیمت: ۳۰/- روپے (مناسب)

مختلف اصحاب کے لکھے ہوئے مقالات کا مجموعہ جس میں مولانا جان محمد بھٹو مرحوم کی شخصیت اور خدمات کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اس کتاب کی اہمیت یہ ہے کہ اسے پڑھ کر تحریک اسلامی کی صفِ اوّل کی اس درخشاں شخصیت کا فلم آنکھوں کے سامنے سے گذر جاتا ہے جس نے تحریک کی اساسی روایات اور اصول و اقدار کو عملاً قائم کرنے میں بھرپور حصہ ادا کیا ہے۔ بہت پریشان کن آزمائشوں سے گذرتے ہوئے پریشانیوں نے ان کو مایوس کرنے کے لیے بڑا اکھڑ ڈالا مگر وہ مردِ مجاہد عزیمت کی راہ پر قدم آگے ہی بڑھاتا چلا گیا۔ یہ تفصیلی روئیداد نئے اصحاب، خصوصاً نوجوانوں کو نہایت انہماک سے پڑھنی چاہیے اور پرانے خادمانِ تحریکِ اسلامی کو اس کا مطالعہ اس غرض سے کرنا چاہیے کہ زمانے کی گردشیں، ماضی اور حال کے فاصلے اور ذہنوں کو زیروزبر کر دینے والے واقعات و حوادث کہیں ان کو تحریکی اصول و روایات کے صراطِ مستقیم سے ادھر ادھر نہ کر دیں۔ مولانا جان محمد بھٹو کے ذہن و کردار کی اس تصویر کو سامنے رکھ کر ہر شخص کو سوچنا چاہیے کہ اس کی زندگی بھی اس بلندی تک پہنچتی ہے یا نہیں اور نیچے ہے تو کتنی، نیز اس کسر کو کیسے پورا کیا جائے۔ سلف اور خلف میں حسبِ خیال و خلق کے فاصلے بڑھ جاتے ہیں تو نصب العین کو سخت نقصان پہنچتا ہے۔

جماعتِ اسلامی کے بھگوڑے | از عبدالرزاق خاں ڈیرہ اسمٰعیل خاں۔

اس پمفلٹ میں مولانا منظور نعمانی صاحب کی کتاب "مولانا مودودی کے ساتھ میری سرگذشت اور اب میرا موقف" پر دلچسپ بحث و جرح کی گئی ہے۔ مگر عنوان کے تند و تیز انداز کی طرح اصل عبارت میں بھی خاصے تیر و نشتر ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں زیادہ صبر اور حلم سے کام لینا چاہیے۔ اصل معاملہ سپردِ خدا۔

ہماری چند نئی مطبوعات

النبی الامیؐ
شہید آیت اللہ مرتضیٰ مطہری

سیرت النبیؐ کے موضوع پر ایک عالمانہ تصنیف

قیمت : -/۱۵ روپے

ہم کیوں مسلمان ہوئے؟
پروفیسر عبدالغنی فاروق

ماضی قریب کے ۶۶ نامور نو مسلم حضرات کی روح پرور سرگزشت

قیمت : -/۴۸ روپے

اسلام کا نظام عشر و زکوٰۃ
سید اسعد گیلانی ایم اے

اسلامی معیشت کے اہم اور بنیادی موضوع پر ایک جامع کتاب

قیمت : -/۳۵ روپے

تاریخ تصوف
علامہ محمد اقبالؒ

- شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ کی ایک نایاب تصنیف
- ۱۹۸۵ء کی اہم دریافت

قیمت : ۲۵/۵۰ روپے

روس کے مسلمان
ثروت صولت

تاریخ کے آئینہ میں

- روس کے مسلمانوں کی روح فرسا داستان
- جس کو مصنف نے ماضی کے جھروکوں میں جھانک کر ملت اسلامیہ کی تاریخ کے نہایت وقیع باب کو دوبارہ دانشگاف کیا ہے۔

قیمت : -/۳۹ روپے

حضور سرکار دو عالمؐ

فاران کی چوٹیوں سے مشعلِ آفتاب طلوع ہوئے اور اپنی نورانی کرنوں سے کفر و شرک کی وادیوں کو بقعہ نور بنا دیا۔ اس آفتاب سے کئی ماہتاب اور ستارے جگمگائے اور پھر چراغ سے چراغ جلتے رہے سرزمین عرب جسکا گوشہ گوشہ اسلام کی حقانیت سے معمور اور جسکا ذرہ ذرہ ہر فرزند توحید کے دل کا سرور اور آنکھوں کا نور ہے انہی روشن داستانوں کے سلسلہ میں جناب ابن عبدالشکور نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سلسلہ میں خوبصورت کتب تحریر کی ہیں جو نہایت دل نشین اور تحریکی انداز میں لکھی گئی ہیں۔

- سیرت حضرت زید بن حارثہؓ — قیمت : -/۹ روپے
- سیرت حضرت سلمان فارسیؓ — قیمت : -/۹ روپے
- سیرت حضرت عمارؓ بن یاسر — قیمت : -/۹ روپے
- سیرت حضرت بلال حبشیؓ — قیمت : -/۹ روپے
- سیرت حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف — قیمت : ۶/۷۵ روپے
- سیرت سیدہ زینبؓ، رقیہؓ، ام کلثومؓ — قیمت : ۶/۷۵ روپے

زیر طبع کتب

- سیرت حضرت خدیجہؓ طاہرہ
- سیرت حضرت زبیرؓ بن العوام
- سیرت حضرت ابو ایوبؓ انصاری
- سیرت حضرت فاطمہؓ
- سیرت حضرت طلحہ بن عبداللہ

مکتبہ تعمیر انسانیت۔ اردو بازار۔ لاہور۲۔ فون : ۳۱۰۵۳

تبدیلیٔ پتہ

اِدارۂ ترجمانُ القُرآنؑ لمیٹڈ

دربار مارکیٹ (میلا رام ملز)

سے

رحمان مارکیٹ ، غزنی سٹریٹ ، اُردو بازار

منتقل ہو گیا ہے ۔ قارئین نوٹ فرمالیں

جنرل مینجر

اِدارۂ ترجمانُ القُرآن لمیٹڈ ۔ لاہور